ست ٹونک کے حکمرانِ ذیشان

مرتبہ : صاحبزادہ عبدالمعید خاں ڈائریکٹر

ریاست ٹونک کے حکمران ذیشان

تہذیب وثقافت

(جلد دوم)

مرتبہ

صاحبزادہ محمد عبدالمعید خاں

ڈائریکٹر

مولانا ابوالکلام آزاد

عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ٹونک

۲۰۱۰ء

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : ریاست ٹونک کے حکمران ذیشان (تہذیب وثقافت)

جلد : دوم

مرتبہ : صاحبزادہ محمد عبدالمعید خاں، ڈائریکٹر

ایڈیشن : اول

سال اشاعت : ۲۰۱۰ء

تعداد : ۳۰۰

مطبع : نوجیون پرنٹرس اینڈ اسٹیشنرس، بڑا بازار، نوائی، ٹونک

قیمت : ۳۲۵/- روپیہ

ناشر

مولانا ابوالکلام آزاد عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ٹونک

۲۰۱۰ء

ریاست ٹونک کا نشان

فہرست

ریاست ٹونک کے حکمرانِ ذیشان

تہذیب و ثقافت

(جلد دوم)

نمبر شمار	نام مضامین	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۵
۲	ریاستی عہد میں ٹونک کی مختصر تاریخ	۹
۳	ریاستی عہد میں پرگنہ علی گڑھ	۱۵
۴	ریاستی عہد میں پرگنہ سرونج	۱۸
۵	ریاستی عہد میں پرگنہ نیماہیڑہ	۲۶
۶	ریاستی عہد میں پرگنہ چھبڑہ	۳۱
۷	ریاستی عہد میں پرگنہ پڑاوہ	۳۵

۸	ریاستی عہد میں ٹونک کی تہذیب وثقافت	۳۹
۹	ریاستی عہد میں ٹونک کا سیاسی نظام	۴۷
۱۰	ریاستی عہد میں ٹونک کی قدیم وجدید عمارات	۴۹
۱۱	ریاست ٹونک کا ایڈمنسٹریشن (انتظامیہ)	۷۷
۱۲	ریاستی عہد میں عدالت شرع شریف	۸۴
۱۳	ریاستی عہد میں ٹونک کی تعلیم وتعلم	۹۱
۱۴	ریاست ٹونک کا نظام حکومت	۹۷
۱۵	ریاستی عہد میں ٹونک کی اقتصادی حالت	۱۰۲
۱۶	ریاست ٹونک کی چند غیر مسلم ہستیاں	۱۰۷
۱۷	نواب امیر خاں پنڈاری نہیں تھے	۱۱۶
۱۸	قصیدۂ غالبؔ بنام نواب وزیر الدولہ بہادر دوم فرماں روائے ریاست ٹونک	۱۲۲
۱۹	فہرست کتابیات	۱۲۶

☆☆☆

مقدمہ

ریاست ٹونک کے حکمرانِ ذیشان (جلد اول) کے مقدمہ میں میں نے عرض کیا تھا کہ فی زمانہ ضرورت محسوس کی گئی کہ ٹونک کے نوابانِ ذیشان کی کوئی مکمل اور مستند تاریخ وجود میں آئے جس میں نوابانِ ٹونک کی سوانح اور ان کے عہد کے کارنامے، ان کی ولادت ووفات اور تاریخ مسند نشینی مستند حوالوں اور ریاستی عہد کی تصاویر کے ساتھ پیش کی جائیں تاکہ حال واستقبال میں ماضی کی عکاسی ہو سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر کتاب کی جلد اول سالِ گذشتہ پیش کی جا چکی ہے۔

بایں ہمہ یہ بات بھی سب پر بخوبی واضح ہے کہ ٹونک کی تاریخ پر کم وبیش دو درجن سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں ہیں، ان میں سے بھی کچھ غیر مطبوعہ، کچھ مطبوعہ مگر کم یاب اور نایاب ہیں لیکن کسی ایک کتاب میں حکمرانِ ریاست ٹونک کی تاریخ ولادت، تاریخ مسند نشینی اور تاریخ وفات مستند حوالوں کے ساتھ دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح ریاست ٹونک کے حکمرانِ ذیشان کی تصاویر بھی مختلف پہلوؤں سے اولاً اسی ادارے نے شائع کی تھیں جو آج تاریخ کی دیگر مطبوعہ کتب میں نظر آرہی ہیں۔

ریاستی عہد سے متعلق اس کتاب میں شامل یادگار تصاویر تو اب تک نادر الوجود ہیں جو اب تک کسی کتاب میں طبع نہیں ہوئی ہیں۔ ریاستی عہد کے حکمران اور ان کی یادوں کی بازیافت ہی ہمارا نصب العین ہے تاکہ آنے والی نسلیں ہماری اس ریاست کی تہذیب وثقافت سے واقف ہو سکیں۔

ریاستی دور کی ان ہی یادوں سے یہاں کے باشندگان اور آنے والی نسلوں کو واقف کرانا اور ٹونک کی تہذیبی روایات قدیمہ کو یادگار زمانہ بنانے کے لئے یہ سعی اور کوشش کی جا رہی ہے کہ ہماری قدیم تہذیبی روایات کی بازیافت ہو جائے اور ٹونک سے متعلق محققین اور ریسرچ کرنے والے بھی اس سے استفادہ کر

سکیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہِ گاہ باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اس جلد میں ریاستی عہد کی تہذیبی روایات اور ثقافتی اقدار، یہاں کے رہن سہن، رسم و رواج، ماکولات ومشروبات، زیورات وملبوسات، کھیل تماشے، میلے ٹھیلے، قدیم عمارات، پرگنات، تعلیم وتعلم، نظام حکومت، عدالت شرع شریف، ریاست کی اقتصادیات، نظام حکومت، نظم ونسق کے ساتھ ریاست ٹونک اور اس کے پرگنات کی مختصر تاریخ وغیرہ امور کو مستند حوالوں سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ریاستی عہد کی قدیم و جدید عمارات کے تحت یہاں کے تالاب، باوڑیاں، باغات، کنویں، مساجد، منادر، چھتریاں، حویلیاں، قلعہ اور اس کی عمارات وغیرہ، کوٹھیاں، گنج، محلے، تکیے اور مزار نیز مدارس وغیرہ کا ذکر ہے۔

ٹونک کی مختصر تاریخ میں قدیم شہر ٹونک کی بنا اور اس کی مختصر تاریخ، ریاستی عہد میں شہر ٹونک اور موجودہ شہر ٹونک کی بابت تحریر کیا گیا ہے۔

ریاست کے اقتصادی حالات میں ٹونک کی زراعت اور فصلیں، یہاں کا موسم، یہاں کی صنعت و حرفت، ٹونک کی معدنیات، ٹونک کی تجارت کے ساتھ ریاست کا دفتری سال، یہاں کے لوگوں کا پیشہ اور عہد ریاست کا ناپ تول اور ریاستی عہد کے سکوں سے متعلق امور سے بحث کی گئی ہے۔

عہد ریاست میں ٹونک کا سیاسی نظام عنوان میں یہاں کی سیاسی جماعتیں، مسلم لیگ، انجمن رعایائے ٹونک، جاں نثار پارٹی اور پرجامنڈل وغیرہ کا ذکر ہے۔

ریاستی نظام حکومت کے ذیل میں یہاں کے نظامِ حکومت، نظام عدل، نظام پولس، انتظام خزانہ وغیرہ کا بیان ہے۔

ریاست کی تہذیب وثقافت کے ضمن میں ٹونک کی عیدیں، سواریاں، لباس، زیورات ہتھیار اور کھانوں سے متعلق امور کا ذکر کیا گیا ہے۔

ریاستی عہد میں تعلیم وتعلم کے ذیل میں یہاں کی تعلیمی اقداراور مدارس وغیرہ کا ذکر ہے۔اس طرح عدالت شرع شریف کے تحت اس کی پوری تفصیل جس میں ''دستاویزات عدالت شرع شریف'' اور ''دستاویزات منشی خانہ حضوری'' وغیرہ کی تفصیل ہے۔ساتھ ہی ریاستی عہد کی معروف غیر مسلم ہستیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

عہد ریاست میں ریاست کے پرگنات میں چھبڑہ گوگور علاقہ ریاست ، پرگنہ نیماہیڑہ، پرگنہ سرونج، پرگنہ علی گڑھ اور پرگنہ پڑاوہ کی مختصر تاریخ پیش کی گئی ہے۔

یہاں یہ بھی عرض ہے کہ اس جلد میں پرگنہ ٹونک کی مختصر تاریخ تحریر کرتے ہوئے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ٹونک کے علاوہ دیگر پانچوں پرگنات کی تہذیب وثقافت، رہن سہن، رسم ورواج، قدیم عمارات، اقتصادیات، نظم ونسق، میلے ٹھیلے وغیرہ کی مفصل کیفیات اور حالات آئندہ جلد سوم میں تحریر کئے جائیں گے۔

قارئین کرام سے میری گذارش ہے کہ عہد ریاست ٹونک میں صدر پرگنہ، ریاست ٹونک اور جملہ پرگنات سے متعلق اور تاریخ ٹونک سے متعلق آپ حضرات کے پاس کوئی اہم معلومات، مخطوطات، مطبوعات، تحریرات، بیاضیں، تصاویر اور یادداشتیں وغیرہ اگر موجود ہوں تو ہمیں مطلع فرمانے کی زحمت کریں اور بالخصوص ان کو یہاں ادارے میں محفوظ بھی کرائیں تاکہ آپ کا قیمتی سرمایہ یہاں جمع ہو کر محفوظ ہو جائے اور محققین اور اسکالرس آپ کی عطیات سے اپنی علمی تشنگی دور کر سکیں اور آپ کا عطا کردہ ٹونک سے متعلق وہ قیمتی سرمایہ آئندہ ٹونک کے حکمرانِ ذیشان (تہذیب وثقافت) کی جلد سوم میں شائع کر دیا جائے۔

اس کتاب کی ترتیب وتہذیب اور اشاعت بابت یہ بھی عرض کرنا نہایت ضروری ہے کہ عرصۂ دراز سے ہندو بیرونِ ہند کے محققین اور اسکالرس کا پیہم اصرار تھا کہ ریاستی عہد کی مستند تاریخ تصاویر کے ساتھ شائع کی جائے۔ہزاروں لوگ اس ادارے میں آکر یہاں کی تاریخ وثقافت اور تہذیب وتمدن، معاشرت ومعشیت اور محکمہ جات عالیہ کونسل، عدالت شرع شریف اور دیگر تاریخی حقائق وشواہد سے متعلق امور معلوم کرتے ہیں اور عہد ریاست سے متعلق سوالات کر کے معلومات چاہتے ہیں۔اس وجہ سے بھی اس کتاب کے لکھنے اور اور شائع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

ریاستی عہد کے فارسی، اردو مخطوطات، مطبوعات، ابنول رپورٹس اور ریاستی دور کے گزٹ وغیرہ سے استفادہ کر کے اس کتاب کو اولاً اردو زبان میں شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ ان جلدوں کے ٹرانسلیشن ہندی اور انگریزی زبانوں میں بھی شائع کئے جائیں گے۔

اس جلد کی ترتیب وتہذیب اور تحقیق وتلاش میں میرے رفیق کار مولانا صلاح الدین قمرؔ نے میرے شانہ بشانہ کام کیا ہے۔ اس طرح محمد عابد علی خاں عاقل، محترمہ انوار النساء، سید طاہر علی نقوی، محترمہ افتخار النساء روحیؔ، مولانا جمیل احمد صاحب،، ظفر رضا خاں، محمد رحمت اللہ خاں، مرلی دھر اروڑا، محترمہ رشید النساء، ناصر حسین اور سید فیصل حسنی وغیرہ نے عہد ریاست کی تصاویر جمع کرنے کمپیوٹرائزنگ، تصحیح ومقابلہ اور دیگر اشاعتی امور میں میرا تعاون کیا ہے، یہ سبھی حضرات میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں بصمیم قلب ان سبھی حضرات کے تعاون پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ساتھ ہی عزیزم راشد الرحمٰن خاں اور صاحبزادہ محمد احمد خاں صاحب نے ریاست سے متعلق تصاویر عنایت فرمائیں نیز اپنے مشورات سے نوازا، میں تہ دل سے ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آخر میں مجھے قوی امید ہے کہ ریاست ٹونک کے حکمرانِ ذیشان (تہذیب وثقافت) جلد دوم بھی ریسرچ اسکالرس اور طالبانِ تحقیق کے لئے راہبر اور راہنما ثابت ہوگی اور لوگ اس سے استفادہ کر کے ریاست ٹونک کی تہذیب وثقافت سے واقفیت حاصل کریں گے اور ہماری کوشش وسعی سے کی گئی یہ بازیافت مفید عام اور بقائے دوام ثابت ہوگی۔ (انشاء اللہ)

اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ہمیشہ ہمیش قائم ودائم رکھے اور محققین واسکالرس بھی ہمیشہ ہمیش اس سے افادہ واستفادہ کرتے رہیں۔ ہندوستان زندہ باد، راجستھان پائندہ باد، اے پی آر آئی تابندہ باد۔

صاحبزادہ عبدالمعید خاں

ڈائریکٹر

مولانا ابوالکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ٹونک

نواب امیرالدولہ

صاحبزادہ محمد عبدالکریم خاں

نواب وزیرالدولہ

صاحبزادہ محمد اکرم خاں

صاحبزادہ محمد عباداللہ خاں

صاحبزادہ محمد بخت بلند خاں

صاحبزادہ محمد جمال خاں

صاحبزادہ محمد جلال خاں

صاحبزادہ احمد علی خاں

صاحبزادہ محمد کمال خاں

صاحبزادہ احمد یار خاں

صاحبزادہ محمد منیر خاں

مندرجہ ذیل صاحبزادگان کا انتقال بچپن میں ہی اپنے والد نواب امیرالدولہ بہادر کے زمانے میں ہوگیا تھا

صاحبزادہ محمد ہدایت اللہ خاں

صاحبزادہ محمد جہانگیر خاں

صاحبزادہ فتح میر خاں

تصاویر و اسمائے فرزندان نواب وزیر الدولہ بہادر

نواب وزیر الدولہ

صاحبزادہ محمد عبید اللہ خاں

نواب محمد علی خاں

صاحبزادہ فیض محمد خاں

صاحبزادہ محمد عبداللہ خاں

صاحبزادہ نصیر محمد خاں

صاحبزادہ نذیر محمد خاں

صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن خاں

تصاویر و اسمائے فرزندان نواب محمد علی خاں بہادر

صاحبزادہ محمد اسحاق خاں

نواب محمد علی خاں

صاحبزادہ عبدالرحیم خاں

صاحبزادہ صفی اللہ خاں

نواب ابراھیم علی خاں

صاحبزادہ محمد صدیق خاں

صاحبزادہ عبدالحمید خاں

صاحبزادہ محمد رفیق خاں

صاحبزادہ محمد عبدالوہاب خاں

صاحبزادہ عبدالصمد خاں

صاحبزادہ محمد عبدالمجید خاں

صاحبزادہ محمد عتیق اللہ خاں

صاحبزادہ محمد دین خاں مبرور

تصاویر و اسمائے فرزندان نواب ابراہیم علی خاں بہادر

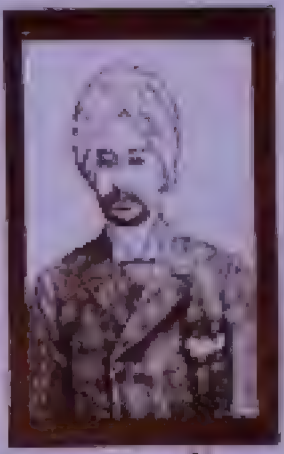

صاحبزادہ محمد عبدالحفیظ خاں (ولیعہد صاحب)

نواب ابراہیم علی خاں

صاحبزادہ محمد عبداللہ خاں

صاحبزادہ محمد عبدالواحد خاں

صاحبزادہ محمد عبدالرشید خاں

نواب سعادت علی خاں

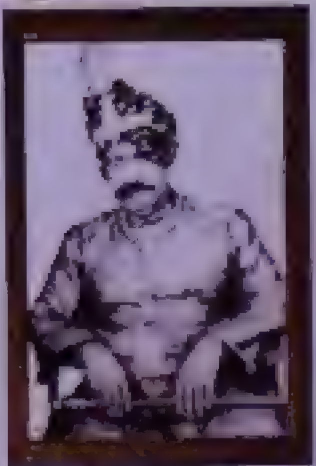

نواب فاروق علی خاں

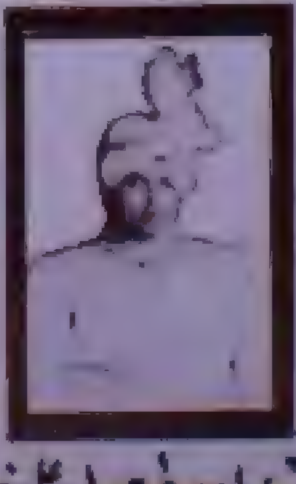

نواب اسمٰعیل علی خاں

صاحبزادہ محمد مسعود علی خاں	صاحبزادہ محمد یونس علی خاں
صاحبزادہ محمد افتخار علی خاں	صاحبزادہ محمد غیاث الدین خاں
صاحبزادہ محمد عثمان علی خاں	صاحبزادہ محمد علاالدین خاں
صاحبزادہ محمد زبیر علی خاں	صاحبزادہ محمد صادق علی خاں
صاحبزادہ محمد تراب علی خاں	صاحبزادہ محمد معصوم علی خاں
صاحبزادہ محمد اسماعیل خاں	صاحبزادہ مہدی علی خاں
صاحبزادہ محمد یوسف علی خاں	صاحبزادہ محمد یعقوب علی خاں

ریاستی عہد میں ٹونک کی مختصر تاریخ

ناظم پرگنہ ٹونک

سید احمد علی	۱۸-۱۹۱۷ء سے ۱۹-۱۹۱۸ء
سید ظہور الدین	۲۰-۱۹۱۹ء سے ۲۲-۱۹۲۱ء..................
صاحبزادہ حامد علی خاں	۳۳-۱۹۳۲ء سے ۳۶-۱۹۳۵ء
محمد بدرالحسن	۳۸-۱۹۳۷ء سے ۳۸-۱۹۳۷ء
محمد مصطفیٰ بیگ	۳۹-۱۹۳۸ء سے ۴۴-۱۹۴۳ء..............

نوٹ:- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے ان کے مطابق ''ناظم پرگنہ ٹونک'' پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

(۱) قدیم شہر ٹونک کی بنا اور اس کی مختصر تاریخ

(۲) ریاستی عہد میں شہر ٹونک

(۳) موجودہ شہر ٹونک

(۱) قدیم شہر ٹونک کی بنا اور اس کی مختصر تاریخ:

زمانۂ قدیم میں ماہ بدی بروز اتوار ست ۱۰۰۳ بکرمی میں دہلی کے راجہ کا بھائی جس کا نام ٹنن پال تو نر تھا، اپنے بھائی کے ساتھ سخت رنجش کی وجہ سے اس سے الگ ہو کر ٹونک آیا تھا اور کچھ دن ٹونک میں اس نے قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد دہلی کے راجہ نے اس {ٹنن پال} کو دہلی بلوالیا۔ دہلی جاتے وقت ٹنن پال نے اپنے ایک ملازم رام سنگھ کو اس قصبہ میں رہنے اور اس کو آباد کرنے پر مامور کیا تھا۔ اس زمانہ میں رام سنگھ نے موجودہ رسیا کی ٹیکری کے پہاڑ کے دامن میں راجہ ٹنن پال کے حکم کی تعمیل میں ایک قصبہ آباد کیا تھا اور اس کا نام ''ٹونکرا'' رکھا تھا۔

وجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ نوکدار پہاڑی کو ہندی زبان میں ''ٹونک'' کہتے ہیں اس نوکدار

پہاڑی رسیا کے دامن میں اور اس کے نیچے جو آبادی وجود میں آئی اس جگہ کو ''ٹونکرا'' کہا گیا۔

سب سے پہلے یہ ٹتن پال تونر جس کی قوم ''تو نردان'' کہلاتی تھی اس کے تصرف میں رہا اس کے بعد اس پر چوہانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں سمت ۱۱۳۵ بکرمی میں گجرات سے بدحال ہو کر سولنکی اجمیر آگئے تھے، اسی سولنکی خاندان کے ایک فرد بوٹر پال سولنکی کی شادی کنور پال راجہ سومیشور اجمیر کی بیٹی سے ہوئی۔ اس وجہ سے بوٹر پال سولنکی کو رامسر پرگنہ جاگیر میں دیا گیا وہ تاحیات اسی پرگنہ پر گذر بسر کرتا رہا۔ سمت ۱۱۵۹ میں بوٹر پال سولنکی مر گیا اس کا لڑکا بال بساؤ اس کی جگہ بیٹھا اس کے بعد اس کا بیٹا راؤ سانگا راجہ بنا اس کے بعد راؤ سانگا کا بیٹا گوبند راج حکمراں ہوا، اسی دوران سمت ۱۲۱۲ بکرمی میں ساتو جی راجپوت چوگوت نے ٹونکڑے کو توڑی سے متعلق کر لیا تھا انہی دنوں میں گوبند راج کی ساتو جی پاتو جی سے جنگ ہوگئی ساتو جی پاتو جی اس معرکہ میں مارے گئے اس طرح توڑہ اور ٹونکرا گوبند راج کے قبضہ میں آیا۔

گوبند راج کے بعد اس کا لڑکا راؤ کوبہا، راؤ کوبہا کے بعد اس کا بیٹا کیلن دیو، کیلن دیو کے بعد اس کا بیٹا پاتا جی مسند ٹونک پر حکمراں ہوا۔ سمت ۱۳۵۶ بکرمی میں مہیس داس آہیر ساکن بلرام پور نے علاء الدین خلجی کے عہد میں اس کے حکم سے مہندواس (قصبہ ٹونک) کو آباد کیا اور ٹونکرے کی آبادی کو بھی بڑھایا۔ سمت ۱۳۹۸ بکرمی میں پاتا جی جو کیلن دیو کا لڑکا تھا اس کے برادرِ حقیقی خرد جس کا نام روپال تھا قتل کر دیا اور خود اس کی جگہ راجہ بنا۔ روپال کے بعد ساتل دیو، روپال کا لڑکا حکمراں ہوا۔

سمت بکرمی ۱۴۷۴ میں اسی ساتل دیو نے ''ساتو'' تالاب کے نام سے جس کو آج چتر بھج کہتے ہیں بنایا، ساتل دیو کے مرنے بعد اس کا لڑکا راؤ سیڈھو یہاں کا حکمراں ہوا، اس سے سات بیٹے پیدا ہوئے راؤ ڈونگر جی، کھیم راج، بھوجا جی، کیہون جی، دھرراج جی، باگچند جی، بیرسال جی۔ سیڈھو جی کے بعد ان کا بڑا لڑکا راؤ ڈونگر جی راجہ بنا اس وقت اس کا بھتیجہ ناتھا جی پسر کھیم راج، راج محل، آنوہ، کنواڑہ اور دونی پر قابض و متصرف تھا اور راؤ ڈونگر جی کا بڑا لڑکا راؤ رتن توڑہ کا حاکم بنا اسی نے وہاں سمت ۱۵۱۵ میں کوٹ اور محل تعمیر کیا تھا اور راؤ ڈونگر جی کا چھوٹا لڑکا جوگا دیت اس ٹونکرے (ٹونک) پر قابض ہوا تھا۔

ناتھا جی پسر کھیم راج سے مہیس داس، مہیس داس سے مانسنگھ، مانسنگھ سے گیتا جی اور گیتا جی سے سورجن جی یکے بعد دیگرے اس پر قابض رہے۔ سورجن جی نے سورج پورہ حال نام ساکھنا آباد کیا۔ سمت ۱۶۳۷ بکرمی میں موضع ساکھنا میں ایک جین مندر سنبھا ناتھ جی کا بنایا گیا یہی بکرمی سال اس کے کتبہ میں موجود ہے۔

سمت ۱۵۷۵ بکرمی میں جوگا دیت (پسر خرد ڈونگر جی) نے لاولد انتقال کیا تو راؤ رتن ڈونگر جی کا بڑا لڑکا (جو توڑہ کا حکمراں تھا) اس شہر ٹونکڑے پر قابض و متصرف ہوا اور اپنی طرف سے مانک جی کو اس شہر کا عامل مقرر کیا۔ اس مانک جی نے مانک چوک اس شہر میں بسایا۔

راؤ رتن پسر کلاں ڈونگر جی سے سورسین اور سورسین سے پرتھی راج دیو پیدا ہوا اسی پرتھی راج دیو کے دو بیٹے گمان جی اور رام چند جی تھے۔ گمان جی ولد پرتھی راج بمدت یک ماہ حکمرانی کر کے دیوانہ ہو گیا اس کی جگہ پرتھی راج کا دوسرا لڑکا رام چند جی حکمراں بنا۔ رام چند کے بعد اس کا نبیرہ کنور کلیان یہاں مسند نشین ہوا۔

سمت ۱۶۵۲ بکرمی میں مہاراجہ مان سنگھ والیٔ آمیر نے بزمانہ اکبر بادشاہ فوج کشی کی اور توڑہ اور ٹونکڑے پر اپنا قبضہ اور تصرف کر لیا۔ سمت ۱۶۷۲ بکرمی میں راجہ مان سنگھ نے انتقال کیا اور جب جہانگیر بادشاہ نے اجمیر سے رنتھمبور کی طرف رخ کیا تو اس نے موضع کابرا (علاقہ ٹونک) میں قیام فرمایا۔ مان سنگھ کے بعد راجہ جگت سنگھ اور جگت سنگھ کے بعد راجہ مہا سنگھ اور راجہ جے سنگھ و کیرت سنگھ (بزمانہ اورنگ زیب عالمگیر) اور رام سنگھ و بشن سنگھ آمیر پر حکمراں رہے۔ رام سنگھ و بشن سنگھ کے عہد میں آمیر پر زوال کے بادل منڈلانے لگے تھے، صرف تین پرگنہ آمیر، دوسہ اور بسوہ رہ گئے تھے۔

سمت ۱۶۹۹ بکرمی میں بعہد رائے سنگھ سسودیہ نے اس ٹونکڑے پر قبضہ کر لیا اور سمت ۱۷۰۰ بکرمی میں اس راجہ کے عہد میں بھولا ناتھ برہمن جو گوڑ گوت سے تعلق رکھتا تھا بارہ گاؤں ویران کر کے اس شہر ٹونکڑے کو آباد کیا اور اس کا نیا نام ٹونک رکھا (ٹونک کا یہی نام آج تک مشہور و معروف ہے)۔ بعد ازاں ایسری سنگھ و مادھو سنگھ اس پر قابض ہوئے۔

سمت ۱۷۸۲ بکرمی میں مہاراجہ سوائے جے سنگھ اپنی شادی کے سلسلہ میں ٹونک آیا اور شادی کے بعد اپنے خسر سے سند بھوم دوسو ساٹھ مواضع کی جو عہد شاہی سے اس کے پاس تھی، لے کر ٹونک کو اس کی جاگیر میں دے دیا، اسی اثنا میں اس شہر کے گرداگرد شہر پناہ تیار ہوئی۔

سمت ۱۷۸۶ بکرمی میں راجہ سوائی جے سنگھ نے یہ شہر ٹونک اپنے خسر سے واپس لے لیا اور بارہ گاؤں کی بھوم مقرر کر دی اور آخر کار سمت ۱۸۰۷ بکرمی میں اس سے یہ بھوم بھی ضبط کر لی گئی۔ وجہ اس کے ضبط ہونے کی یہ بیان کی جاتی ہے، اس سنہ بکرمی میں ملہار راؤ، مادھو سنگھ کی مسند نشینی کے لئے ٹونک کے راستہ سے جے پور جا رہا تھا۔ جب ملہار راؤ کی فوج قلعہ بھوم گڈھ (قلعہ امیر گڈھ) تک پہنچی اور اہل فوج نے نقارہ بجایا۔ کرم چند بھومیہ

نے قلعہ بھوم گڈھ سے ملہار راؤ کے لشکر پر گولا باری کی اور جس ہاتھی پر فوج کا نشان تھا اسے گرادیا۔ ملہار راؤ اس وقت تو جے پور چلا گیا لیکن واپسی پر اس نے کرم چند بھومیہ کو قتل کرڈالا اور قلعہ بھوم گڈھ کو برباد کر دیا۔

جب سمت ۱۷۹۹ بکرمی سوائی جے سنگھ فوت ہو گیا اور ایسری سنگھ و مادھو سنگھ میں مسند نشینی کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہوا تو ایسری سنگھ اثر زہر سے مرگیا اور مادھو سنگھ مسند نشین ہوا۔ سمت ۱۸۰۷ بکرمی میں مادھو سنگھ نے اپنی مدد کے معاوضہ میں چوالیس لاکھ روپیہ اور پرگنہ ٹونک ورام پورہ (علی گڈھ) ملہار راؤ ہلکر کو دے دیا اور ایک سال بعد اس کو واپس بھی حاصل کرلیا۔ مادھو سنگھ کے انتقال کے بعد پرتھی سنگھ گدی پر بیٹھا۔ سمت ۱۸۲۱ بکرمی میں تکوجی ہلکر اس شہر پر قابض ہوا اس کے بعد کاشی راؤ ہلکر نے سمت ۱۸۵۶ بکرمی کی ابتداء میں حکمرانی کی اور اسی سمت کے آخر میں ڈھائی ماہ کے عرصہ تک اس شہر پر والئ جے پور کا قبضہ رہا اور جسونت راؤ ہلکر نے کاشی راؤ کو قید میں ڈال کر ٹونک پر اپنا قبضہ کرلیا۔

اس طرح سمت ۱۷۲۳ بکرمی سے سمت ۱۸۵۶ بکرمی تک شیو گوپال، گوبند کرپال، کرپال سنگھ جیواجی وغیرہ وقتاً فوقتاً اس شہر کے عامل مقرر کیے جاتے رہے۔ سمت ۱۸۵۸ بکرمی میں پیرن صاحب نے ٹونک کو فتح کیا، اس کے بعد پھر کاشی راؤ ہلکر کو حکومت سے الگ کر کے کھنڈے راؤ پسر ملہار راؤ، ہلکر کو مسند نشین کیا اور اس کے نام سے اسی شہر میں سکہ جاری ہوا اور یہاں کی رعایا کی تالیف قلوب میں اپنی مہر میں یہ عبارت کندہ کرائی:

''جسونت راؤ فدوی سوائی کھنڈے راؤ''

اسی طرح سمت ۱۸۵۹ بکرمی میں ایک سال بعد ہی کرنیل پیرو صاحب نے ٹونک اور علی گڈھ (رامپورہ) کو فتح کرلیا اور سری بالکشن راؤ کے قبضہ وتصرف میں دے دیا۔ سمت ۱۸۶۰ بکرمی میں یہ شہر ٹونک کچھ دولت رائے، کچھ کھنڈے راؤ ہلکر اور جنرل لیک صاحب کے تصرف میں رہا۔ سمت ۱۸۶۱ و سمت ۱۸۶۲ بکرمی کے دوران کئی اشخاص اس شہر پر قابض ومتصرف رہے۔ آخر کار سمت ۱۸۶۳ بکرمی میں ٹونک اور رامپورہ عرف علی گڈھ حضرت نواب امیر الدولہ بہادر کے قبضہ وتصرف میں آیا۔

(حدیقہ راجستان {تاریخ ٹونک}، صفحہ ۸ تا ۱۰)۔

(۲) ریاستی عہد میں شہر ٹونک:

یہ شہر ٹونک راجپوتانہ کے درمیان میں واقع تھا اور ریاستی عہد میں مستطیل شکل میں تھا اس کی لمبائی زیادہ تھی اور چوڑائی کم۔ لمبائی شمالاً جنوباً تقریباً دو میل اور چوڑائی تقریباً ایک میل تھی۔ شہر کے چار پانچ پہاڑوں پر

بہت خوبصورت اور عمدہ کوٹھیاں اور بنگلے بنائے گئے تھے جن کی تعمیر سے اس شہر کے حسن میں نکھار پیدا ہو گیا تھا۔

ریاست ٹونک میں ٹونک شہر کے بازار تمام پختہ بنا دیئے گئے تھے بازار کی ہر سڑک پر دونوں طرف دوکانات پختہ تھیں ان کے آگے برآمدے بنے ہوئے تھے اور بازار کی سڑکیں بہت چوڑی اور بہت اچھی بھی تھیں اندرون شہر بہت سے مکان پختہ تعمیر ہو گئے تھے اور بہت سے کچے مکانات بھی تھے کچے مکانات کی دیواریں مٹی کی ہوتی تھیں ان پر چھپر اور کھپریل وغیرہ پڑے ہوتے تھے۔

ٹونک شہر کے بازاروں میں امیر گنج، وزیر گنج (قائم کردہ نواب امیر الدولہ)، علی گنج (قائم کردہ نواب محمد علی خاں) اور بازار ٹونک کہنہ بہت مشہور رتھے۔ جدید شہر ٹونک میں شاہ گرد پیشہ، رجبن، کالی پلٹن چھاؤنی، بہیر، موتی باغ، نذر باغ، تالکٹورہ، قافلہ، گاؤ قصابان، مہندی باغ، گلزار باغ، غول، جال کا کنواں، تختہ رائے جی، پائیگاہ اور چوکی کمہاران کے نام سے محلّے آباد کیے گئے تھے۔

ٹونک کہنہ (پرانی ٹونک) میں مانک چوک، میاں کا چوک، بابروں کا چوک، پنج کنوریان، بجوالان، پردیس والیان، بلائیان، نوائی دروازہ، بمبور دروازہ وغیرہ مشہور محلے تھے۔

(تذکرہ ٹونک از عبدالتواب خاں)۔

(۳) موجودہ شہر ٹونک:

عہد ریاست میں جو ٹونک تھا آج بھی شہر ویسی ہی شکل میں ہے۔ لمبائی زیادہ چوڑائی کم ہے۔ البتہ ریاستی عہد میں دارالحکومت تھا آج راجستھان کے ضلع ٹونک کا صدر مقام ہے۔ چاروں طرف آبادی پھیل گئی ہے۔ بائیس کوارٹر، مہادیو والی، نذر باغ کے جنوب میں شاستری نگر اور قلعہ معلیٰ میں تاج کالونی، گلزار باغ کے قریب اندرا کالونی، ان پورنا کے قریب گنیش نگر، علاقہ کمپو اور جیل روڈ اور نذر باغ کے اندر جدید آبادی عمل میں آ گئی ہے، ۱۹۸۱ء کے سیلاب کے بعد شہر میں زیادہ تر مکانات پختہ تعمیر ہو گئے ہیں۔

ریاستی عہد کی پہاڑیوں پر تعمیر شدہ چند قدیم کوٹھیاں آج بھی اس کے حسن میں اضافہ کا سبب ہیں۔ ایک کوٹھی پر ضلع کے کلکٹر کی رہائش ہے، کالی ڈونگری کی کوٹھی کو سرکٹ ہاؤس کی شکل دے دی گئی ہے۔ کوٹھی نمبر ۱ و ۲ و ۳ محکمہ ریونیو کے پاس ہیں جن میں APRT وغیرہ قائم کیے گئے ہیں۔

گھنٹہ گھر کے چاروں طرف کی قدیم باؤنڈری کو ہٹا کر نئے ڈھنگ کی باؤنڈری بنائی گئی ہے۔ کیونکہ نیشنل ہائی وے نمبر ۱۲ پر ٹریفک بہت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے فریز برج کے مد مقابل نیا پل تعمیر کرایا گیا ہے۔

اطراف وجوانب میں آبادی کثیر تعداد میں بڑھ رہی ہے۔لاڈلی بیگم نے ریلوے لائن کی جو مہم شروع کی تھی وہ آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکی۔

امسال ۱۰-۲۰۰۹ء میں بھارت سرکار کی وزیر ریل محترمہ ممتا بنرجی صاحبہ نے پارلیامینٹ میں اپنی ریل بجٹ کی تقریر کے دوران ٹونک کو ریل لائن سے جوڑنے کا اعلان کیا ہے۔اجمیر سے ٹونک ہوتے ہوئے سوائی مادھوپور تک ریل لائن ڈالنے کا ان کا یہ منصوبہ انشاءاللہ بہت جلد پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں پرگنہ علی گڑھ علاقہ ریاست ٹونک کی مختصر تاریخ

ناظم پرگنہ علی گڑھ

حاجی داؤد خاں	۱۸-۱۹۱۷ء سے ۲۰-۱۹۱۹ء
سید احمد علی	۲۲-۱۹۲۱ء سے ....
محمد خواجہ حسن	۳۳-۱۹۳۲ء سے ۳۷-۱۹۳۶ء
محمد مصطفیٰ بیگ	۳۸-۱۹۳۷ء سے ....
صاحبزادہ یٰسین علی خاں	۳۹-۱۹۳۸ء سے ۴۱-۱۹۴۰ء
صاحبزادہ احمد الدین خاں	۴۲-۱۹۴۱ء سے ۴۴-۱۹۴۳ء............

نوٹ:- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے، ان کے مطابق ناظم پرگنہ علی گڑھ پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

ٹونک سے بارہ کوس مشرقی جانب جے پور سے جنوب مشرقی سمت ۳۵ کوس اور اکبرآباد سے مغرب کی جانب ۲۷ کوس اور سوائی مادھو پور سے ۷ کوس جنوب و مغرب گوشہ میں اور انیارہ علاقہ جے پور سے شمال و مشرقی سمت پر ۲ کوس اس کا عرض بلد ۲۵ درجہ ۵۸ دقیقہ طول بلد ۷۶ درجہ ۱۴ دقیقہ (مشرقی) طول شمالاً جنوباً ۱۲ کوس اور عرض شرقاً غرباً ساڑھے دس کوس ہے۔ سرحد مشرقی ۹ کوس سرحد شمالی ۵ کوس سرحد مغربی ڈھائی کوس سرحد جنوبی ۷ کوس۔

علی گڑھ سے برواڑہ (علاقہ جے پور) شمال کی جانب ۳ کوس ہے۔ نورالدین جہانگیر کے عہد میں برواڑہ راجہ رگھوناتھ سنگھ پھلودی والے کے تصرف میں تھا اور سمت ۱۶۷۲ء سے سمت ۱۶۹۱ بکرمی تک راجہ موصوف کے زیر حکومت رہا اس کی معزولی کے بعد سمت ۱۸۹۲ بکرمی میں شاہ جہاں کے زمانہ میں برواڑہ رئیس جودھپور راجہ رام سنگھ راٹھور کی جاگیر میں تھا۔ مواضع اوکھلانا و دیگر بڑے دیہات جواب علی گڑھ میں ہیں برواڑہ سے متعلق

تھے۔ سمت ۱۷۰۱ بکرمی ۱۰۵٦ فصلی ماہ سدی ۵ میں شاہجہاں بادشاہ کے کلام سے رام سنگھ راٹھوڑ سے بسنت رائے بوہرہ ساکن ٹوڈہ علاقہ جے پور نے اوکھلانا برواڑہ سے پیمائش کے ذریعہ مع سند معافی حاصل کیا۔ اسی سال میں بسنت رائے بوہرہ نے شہر علی گڑھ کی بنیاد رکھی اور قلعہ اور شہر پناہ و بالا قلعہ و باغ وغیرہ تعمیر کرایا اور اس کا نام رام پورہ رکھا۔ سمت ۱۷۴۵ بکرمی م ۱۰۹۵ فصلی تک اس پر بوہرہ کا تصرف رہا اس کے بعد اس کا لڑکا تلوک رائے قابض ہوگیا۔ کلیان سنگھ وغیرہ راؤ راجہ انرودھ سنگھ راجہ بوندی نے علی گڑھ پر آدھی رات کے وقت شبخون مار کر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی برادران راجہ نے چند مواضع پرگنہ پڑاوہ کے بھی شامل کر لئے۔ تلوک رائے تین سال بوجہ دادرسی راجہ بوندی کے پاس رہا اس کے بعد تلوک کی معافی ہوئی تو اس کو واپس ۲۵۱ بیگہ پر قبضہ دے دیا گیا اور زمانہ اورنگ زیب بادشاہ بوجہ انواع مفسدہ پردازی و منازعت و مخاصمت قوم راٹھوڑ و ہاڑہ سمت ۱۷۹۵ بکرمی میں راجہ سوائی جے سنگھ والیٔ جے پور اور ملہار راؤ نے بحکم شاہی قلعہ کا محاصرہ کیا، قلعہ والے فرار ہو گئے۔ راجہ جے سنگھ نے آدھے دیہات علی گڈھ اور آدھے دیہات برواڑہ میں شامل کر کے ان پر استقلال کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ سوائی جے سنگھ کے بعد ایسری سنگھ کا قبضہ اس پر پانچ برس تک رہا۔ سمت ۱۸۰۵ بکرمی/۱۱۷۳ھ میں مادھوسنگھ برادر علاتی ایسری سنگھ نے مہارانا اودے پور و لشکر ہلکر سے مل کر جے پور پر چڑھائی کی، ایسری سنگھ نے زہر کھالیا اور اس پرگنہ پر مادھوسنگھ کا قبضہ ہوا۔ اپنی امداد کے صلہ میں پرگنہ ٹونک و پرگنہ علی گڑھ مادھوسنگھ نے کارپردازان ہلکر کو دے دئے جو سمت ۱۸۱۴ بکرمی مطابق ۱۱٦۴ فصلی تک اس پر قابض رہا جب ہلکر کے بھائیوں میں لڑائی ہوئی تو ہردو پرگنات راجہ جے پور کے پاس چلے گئے اور سمت ۱۸۱۵ بکرمی مطابق سنہ ۱۱٦۵ فصلی سے ۱۸۲۲ بکرمی ۱۱۷۳ فصلی تک اس کے پاس رہے پھر بزور شمشیر ۱۸۲۳ بکرمی م ۱۱۷۴ فصلی سے سمت ۱۸۲۵ بکرمی م ۱۱۸۵ فصلی تک ہلکر کے تصرف میں رہا۔

سمت ۱۸۲۷ بکرمی م ۱۱۸٦ فصلی میں پرتاپ سنگھ بن مادھوسنگھ نے علی گڈھ بغیر جنگ وجدل کے حاصل کیا اور اپنے گرو جگراج مہنت کو دے دیا اس نے اس کے قلعہ میں کچھ ترمیمات کیں۔ سمت ۱۸۴۷ بکرمی م ۱۱۹۸ فصلی میں یہ ہلکر کے قبضہ میں آ گیا سمت ۱۸۴۸ بکرمی م ۱۱۹۹ فصلی میں یہ پرگنہ ہلکر نے کرپال سنگھ کو دے دیا جو ۱۸۵۷ بکرمی ۱۲۹۰ فصلی تک اس پر راج کرتا رہا۔ بعد میں اس کی بغاوت اور عدم اطاعت جررنیک ملازم ہلکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کرپال گرفتار ہوا۔ سمت ۱۸۵۹ بکرمی م ۱۲۱۱ فصلی میں جررنیک اور شیام راؤ ملازمان ہلکر میں تنازعہ ہوا، ہلکر نے راجہ کوٹہ کی مدد سے جررنیک کو قید کر لیا۔ جررنیک نے ہی بعد میں پیرو صاحب ملازم سندھیہ کی امداد حاصل کی اور ٹونک اور علی گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ سمت ۱۸٦۰ بکرمی م ۱۲۱۲ فصلی میں ہلکر کی طرف سے پنڈت بابو جی

والیٔ دھار حکمراں رہا اس کے بعد ڈنڈ صاحب بہادر موضع بامنیا میں علی گڑھ سے ایک کوس کے فاصلہ پر چار مہینے فروکش رہا مگر وہاں اس کا دخل و قبضہ نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں پنڈت بابو جی اپنے لڑکے کی شادی میں کوٹہ گیا ہوا تھا اور پنڈت بھاؤ جی وڈھونڈے جی کو مامور و مقرر کر گیا تھا۔ اس دوران دیارام پٹیل موضع اوکھلانا نے ڈنڈ صاحب کو حقیقت سے آگاہی دی اور ساکنان قلعہ کی غفلت معلوم کر کے بامنیا سے علی گڑھ پر یورش کی گئی سب بھاگ گئے لیکن بھاگنے والوں کو ایک کھیت آگے نہیں بڑھنے دیا۔ ڈنڈ صاحب نے نکل صاحب کو حکمراں مقرر کیا۔ ۱۸۶۳ بکرمی م ۱۲۱۵ فصلی میں جسونت راؤ ہلکر درہ مکندرہ کے راستہ سے کوٹہ سے علی گڑھ آئے، نکل صاحب ہلکر کی آمد کی خبر سن کر بوقت نصف النہار فرار ہو گئے، علی گڑھ پر ہلکر کا قبضہ ہو گیا ہلکر نے پنڈت محبوب راؤ کو ناظم مقرر کیا۔ ڈیڑھ سال بعد راگھو جی ہلکر عامل ہوا۔ ۱۸۶۵ بکرمی م ۱۲۱۷ فصلی میں باؤن راؤ پنڈت اس پر عامل رہا۔ لالہ جی پنڈت ساکن کوٹہ سمت ۱۸۶۹ بکرمی م ۱۲۲۱ فصلی تک بطور مستاجری نظامت کے کام انجام دیتا رہا پھر ۱۸۷۳ بکرمی م ۱۲۲۵ فصلی تک بالا جی راؤ پنڈت قابض و دخیل رہا پھر مانک راؤ پنڈت ایک سال تک عامل رہا سمت ۱۸۷۴ بکرمی م ۱۲۲۶ فصلی کے درمیان انگریز و ہلکر کے صلح ہو گئی اور ماہ بھادو سمت ۱۸۷۵ بکرمی م ۱۲۲۷ فصلی میں حسب الحکم سرکار کمپنی انگریز بعد عہد و پیمان یہ پرگنہ حضرت نواب امیر الدولہ کو تفویض کیا گیا۔ ریاست کے اختتام تک یہ پرگنہ ریاست ٹونک میں شامل رہا۔

(حدیقہ راجستان، صفحہ ۳۳)

☆☆☆

ریاستی عہد میں پرگنہ سرونج علاقہ ریاست ٹونک

ناظم پرگنہ سرونج

سید سعید الدین خاں	۱۸-۱۹۱۷ء سے ۲۲-۱۹۲۱ء............
سید محمد اسمٰعیل	۳۳-۱۹۳۲ء سے ....
خلیل الرحمن	۳۶-۱۹۳۵ء سے ۳۸-۱۹۳۷ء
صاحبزادہ احمد الدین خاں	۳۹-۱۹۳۸ء سے ۴۱-۱۹۴۰ء
صاحبزادہ یٰسین علی خاں	۴۲-۱۹۴۱ء سے ۴۴-۱۹۴۳ء............

نوٹ :- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے ان کے مطابق ''ناظم پرگنہ سرونج'' پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

پرگنہ سرونج ایک پہاڑی کے دامن میں آباد ہے۔ اس کو مولیٰ علی کی ٹیکری کہا جاتا ہے۔ اس قصبہ سے نصیر آباد جنوب و مغربی گوشہ میں ایک سو چھتیس کوس ہے اور ساگر مشرقی و شمالی گوشہ میں انتالیس کوس ہے۔ بھیلسہ علاقہ گوالیار مشرقی جانب اٹھارہ کوس، بھوپال مشرقی و شمالی کونہ میں تیس کوس۔ چندیری علاقہ گوالیار جنوبی سمت میں پچیس کوس اور ٹونک اس پرگنہ کے غربی جانب ایک سو کوس۔ اس طرح علاقہ کوروائی و علاقہ گوالیار مشرقی جانب چھ کوس، علاقہ مقصودن گڑھ وراگھوگڑھ و گڈھا مغرب کی سمت چودہ کوس اور جانب شمال علاقہ گوالیار نو کوس ہے۔

سمت ۱۱۵۱ بکرمی م ۱۰۹۴ء میں راجہ سدھ راج راجپوت سولنکی والیٔ ریاست ابھلواڑہ ملک گجرات نے راجہ جے چند نبیرہ راجہ بھوج راجپوت، راجہ ریاست اجین کو گرفتار کیا اور خود قابض و متصرف ہو گیا۔ شنکر سنگھ، گردھر سنگھ، رانا جی راجپوت سینگار جو سولنکی قوم سے تھا (سینگار کو آجکل سینگر کہا جاتا ہے)۔ ان تینوں نے راجہ جے چند کے ساتھ مل کر سمت ۱۱۶۰ بکرمی مطابق ۱۱۰۳ء میں اپنے نام سے پہاڑی کے نیچے چند گاؤں بسائے اور غارت گری کا پیشہ اختیار کیا۔ شنکر سنگھ نے سرونج، گردھر سنگھ نے گردھر پورہ، رانا جی نے رانا پورہ بسایا۔ (نوٹ: تاریخ مالوہ میں

احمد مرتضٰی نے لکھا ہے کہ حدیقۂ راجستان میں آبرو نے اس اندراج کا ماخذ نہیں بتایا ہے۔ اگر گزیٹیر سے یہ روایت نقل کی ہے تو اس میں بھی ماخذ کا حوالہ نہیں ہے صرف زبانی مشہور روایات ضرور ہیں۔ (ملاحظہ ہو تاریخ مالوہ، ص ۹۸-۹۷)۔ جب ان کی لوٹ مار کی شہرت زمانے میں پھیل گئی تو انہوں نے مصلحتاً یہاں رہنا نہایت مناسب نہ سمجھ کر تین قلعے تعمیر کیے۔ شنکر سنگھ نے بیسل گڑھ، گردھر سنگھ نے کوکن گڑھ اور رانا جی نے کالا دیو۔

سمت ۱۲۰۰ بکرمی میں راجپوت چوہان جگدیو نے اجین کی ریاست کو تلوار کے زور پر سولنکیوں سے حاصل کر کے اپنے تحت و تصرف میں کر لیا اور ان دیہات و قصبات کو صوبہ مالوہ میں شامل کر دیا۔ اس وقت کی اکثر قدیم سندوں میں پرگنہ سرونج متعلقہ چندیری مضافات صوبہ مالوہ مرقوم ہے۔ راجہ چندیری اور ساگو کا باغ بھی سرونج میں اب تک موجود ہے۔ راجہ مالدیو جو اولاد کلدیو سے گیارہویں پشت میں تھا اجین کا حکمراں بنا۔ سمت ۱۲۸۸ بکرمی مطابق ۱۲۳۱ء میں شمس الدین بادشاہ دہلی نے اجین فتح کر کے وہاں ایک حاکم مامور کیا تھا اس طرح ناصر الدین محمود تغلق کے عہد میں حکومت دہلی پر زوال آیا۔ سمت ۱۴۵۸ بکرمی مطابق ۱۴۰۱ء میں دلاور خاں غوری جو اس وقت حاکم مالوہ تھا بجائے خود شاہ مالوہ ہو گیا تھا۔ اسی دلاور خاں کی ساتویں پشت میں محمود شاہ ثانی ملک مالوہ کا حکمراں تھا۔ سمت ۱۵۸۸ بکرمی مطابق ۱۵۳۱ء میں بادشاہِ گجرات بہادر شاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس صوبہ مالوہ کو ملک گجرات میں شامل کر لیا۔ سمت ۱۵۹۹ بکرمی مطابق ۱۵۴۲ء میں شیر شاہ عرف سور شاہ بادشاہِ دہلی نے مالوہ کو فتح کر لیا اور ملو غلام حاکم مالوہ کو گرفتار کر لیا اور راجہ چندیری پورن مل کو قتل کیا۔ اسی بادشاہ نے شیر گڑھ، شیر کوٹ اور قلعہ روہتاس کو بنایا تھا اور راستوں میں میل کے نشانات نصب کیے تھے اور مسافروں اور لوگوں کے واسطے جگہ جگہ سرائیں تعمیر کرائی تھیں۔ اس زمانے میں بھی راجپوتان گوتر سینگر جو بیسل گڑھ اور کوکن گڑھ کے رہنے بسنے والے تھے، غارت گری کر رہے تھے۔ جب شیر شاہ سرونج آیا مندرجہ بالا راجپوتوں نے شاہی رسد کو لوٹ لیا تو اس پاداش میں شاہی حکم کے ذریعہ تمام راجپوت اپنے انجام کو پہنچائے گئے اور بادشاہ نے سرونج کو آباد کر کے اس کا نام شیر گنج رکھا اور تین سو انسٹھ گاؤں اس علاقہ میں شامل کر کے علاقہ اجین کو مضافات دہلی میں شامل کر لیا۔ (نوٹ: احمد مرتضٰی تاریخ مالوہ میں رقمطراز ہیں۔ ''کتاب مرأت العالم عرف جامع التواریخ اردو مؤلفہ مولوی موج حسین صاحب سندیلوی مطبوعہ ۱۳۱۷ھ اور کتاب وقائع دلیری میں، لائف نواب دلیر خاں بہادر رئیس کوروائی مطبوعہ ۱۸۸۳ء سرونج کا نام شیر گنج لکھا ہے لیکن اس کا ماخذ پیش نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہ استفادہ کے لائق نہیں ہے'')۔

اسی طرح تاریخ حدیقۂ راجستان میں استاد آبرو کی مندرجہ بالا عبارت کے بارے میں لکھا ہے کہ شیر گنج سے

سرونج ہو جانا تو ممکنات میں سے ہے لیکن تصفیہ طلب یہ ہے کہ شیر شاہ سوری نے سرونج کو آباد کیا بھی تھا یا نہیں کیا سرونج کو سلطان موصوف نے پرگنہ بتایا یا پہلے سے پرگنہ تھا؟

آگے لکھتے ہیں: سلطان (شیر شاہ) کے تاریخی حالات فارسی اور اردو میں درج ہیں...... لیکن ان تاریخوں میں شیر گنج عرف سرونج کی شہری آبادی کے نام سے صفحاتِ تاریخ خالی ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

''شیر شاہ کے بعد تیموریوں کا سیکڑوں برس دور دورہ رہا۔ ان کے عہد کی عمارتی فہرستوں میں اس نام کی کوئی بستی نہیں ہے اکبر، شاہ جہاں اور محمد شاہ کے عہد میں سرونج کا نام ضرور آتا ہے لیکن آبادی کا تذکرہ نہیں ہے۔

آگے یہ بھی لکھتے ہیں کہ فیضی خاندیس جاتے ہوئے ۹۹۹ھ میں سرونج میں قیام کرتا ہے۔ سرونج سے متعلق اس کے یہ الفاظ ہیں (شہر سرونج کہ حکم بندا دارد، خواجہ سرا (نام مقامی حاکم) درویرانی او تقصیر نمی کند۔'' دربار اکبری مؤلفہ شمس العلماء محمد حسین آزاد)۔ اس عبارت میں بھی سرونج کو شیر گنج نہیں لکھا ہے حالانکہ بمقابلہ ۹۴۹ھ سرونج کی آبادی کا زمانہ بتلایا جاتا ہے۔ فیضی کے یہاں قیام کرنے میں ۵۰ سال کا فرق ہے۔ آبادی کے قریب تر زمانے میں اس کا نام شیر گنج نہ تھا تو بعد کی تاریخوں میں کس طرح شیر گنج ہو گیا۔ تاریخ آئینۂ جہاں نما، مرأت العلماء، آئینِ اکبری وغیرہ میں سرونج ہی لکھا ہے نہ کہ شیر گنج۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: (استاد آبرو کی آبادی سے متعلق عبارت) ''اب رہی دوسری یہ بحث کہ شیر شاہ نے آبادی کے بعد ۳۵۹ دیہات اس میں شامل کر کے پرگنہ کی حیثیت میں تبدیل کر دیا تاریخ اس بات میں بھی ساکت ہے''۔

احمد مرتضٰی اس تسامح کی بابت بھی لکھتے ہیں کہ:

''جس قدیم فہرست (یہ فہرست دفتر قانون گوئی سرونج میں محفوظ تھی اس فہرست کے حوالے سے گزیٹر اور تاریخ ٹونک میں اس روایت کا اندراج ہوا) دفتر نظامت کی بنا پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے وہی فہرست اس بیان کی تردید بھی کرتی ہے''۔ مزید سرونج کا نام شیر گنج اور اس کی آبادی سے متعلق بھی طویل بحث کرتی ہے (ملاحظہ فرمائیں آثار مالوہ، ص ۱۱۰ تا ۸۲)۔

۹۵۳ھ میں شیر شاہ نے وفات پائی۔ اس کی وفات کا سنہ ''ز آتش مرد'' ۹۵۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ تاریخ مالوہ، ص ۸۵ میں یہی سنہ درج ہے۔ سمت ۱۶۷۲ بکرمی مطابق ۱۶۱۶ء میں شہنشاہ جہانگیر اپنے شاہزادے شاہ جہاں

کے ساتھ دکن کی تسخیرات میں مصروف تھے۔ جب وہ سرونج پہنچے ان کے حکم سے سرونج کے بازار، دوکانیں وشہر پناہ اور قلعہ وچہار برج تیار کئے گئے۔ سمت ۱۷۷۶ بکرمی مطابق ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ بادشاہ دہلی پر تخت نشین ہوا۔ اس نے راجہ جے پور سوائی جے سنگھ کو مالوہ کا صوبہ عطا کر دیا۔ سمت ۱۷۹۲ بکرمی مطابق ۱۷۳۵ء میں بادشاہ کی جانب سے راجہ باجی راؤ پیشوا مالوہ کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ اس سال مالوہ بخلاف سابق دہلی کی سلطنت سے خارج ہو گیا۔

سمت ۱۸۱۱ بکرمی مطابق ۱۷۵۴ء میں ملہار راؤ نے قصبہ سرونج پر قبضہ کر لیا۔ سمت ۱۸۵۵ بکرمی مطابق ۱۷۹۸ء میں جسونت راؤ ہلکر نے پرگنہ سرونج، اپنی دوستی اور رفاقت اور مدد کے صلے میں نواب امیر الدولہ بہادر کو دے دیا۔ سمت ۱۸۷۴ بکرمی مطابق ۱۸۱۷ء میں جب نواب امیر خاں کی انگریزوں سے صلح ہوئی تو پرگنہ ٹونک کی طرح سرونج پر بھی نواب امیر خاں کا قبضہ اور تصرف رہا۔

بھادوں کے مہینے میں سمت ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ماہ ستمبر ۱۸۵۷ء میں نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں موضع اٹاٹانی علاقہ بھوپال کے جاگیردار عادل محمد خاں نے نانا راؤ پیشوا مع چار ہزار سوار و پیدل فوج، پاٹن کے مقام سے سرونج پر حملہ کر دیا۔ مولوی خیر الدین عامل پرگنہ سرونج کو قید کر لیا گیا اس میں تیس آدمی ضائع ہو گئے اور تین روز تک یہ حملہ ہوتا رہا۔ چوتھے روز جاگیردار عادل محمد خاں واپس پاٹن چلا آیا اور پھر یہی جاگیردار نانا راؤ تانتیا کی فوج جو تقریباً اسی ہزار کے قریب تھی کے ساتھ سرونج پر حملہ آور ہوا اور عامل پرگنہ کو گرفتار کر کے ساٹھ ہزار روپیہ طلب کئے۔ عامل پرگنہ خیر الدین نے اپنی گرفتاری کی خبر خفیہ طور پر ایجنٹی سیہور اور گونا تک پہنچائی۔ میجر کاٹ بہادر ایجنٹ بھوپال چھاؤنی سیہور سے کپتان ٹین صاحب چھاؤنی 'گونا' سے مع فوج و توپخانہ سرونج میں داخل ہوئے۔ غنیم کی فوج انگریزی لشکر کی خبر سن کر دو توپیں لے کر مونگاؤلی کی طرف جو گوالیار کا علاقہ ہے فرار ہو گئے اور یہ فتنہ سرونج میں پندرہ دن چل کر رفع ہو گیا۔

اس پرگنہ میں ایک مسجد واقع کھیڑہ کہنہ بیرون شہر سلطان تیمور گورگان کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی اس مسجد کو حمید نامی ایک شخص سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی تاریخ مندرجہ ذیل ہے:

مسجد خوش بنا نمود حمید　　سجدۂ شکر کرد ہر کہ بدید
سال تاریخش از خرد جستم　　خردش یافتم بفضل مجید

۸۰۴ھ

نوٹ: اس مسجد کی بابت تاریخ مالوہ میں احمد مرتضیٰ نے تحریر کیا ہے کہ: 10849

''شہر سے باہر جانب شمال متصل کڑی محلہ میں یہ مسجد واقع ہے''

اس پر کندہ کتبہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''کسی جملہ کے تحت میں سنہ کندہ نہیں ہے مؤلف حدیقہ راجستان مولوی آبرو صاحب، ص ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ ۸۰۴ھ عہد تیموریہ گورگان میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اس حساب سے مسجد کی تعمیر کو آج تک ۵۴۱ سال ہوتے ہیں لیکن مؤلف تاریخ سرونج، مولوی آبرو صاحب کے بیان سے متفق نہیں ہیں اس کے دو سبب ہیں:

۱۔ ''مولوی آبرو صاحب نے یقیناً خرد کے اعداد ۸۰۴ سے تاریخ کا استخراج کیا ہے حالانکہ (اس مصرع) میں خرد مخاطب سے اور ''خردش'' حاصل تلاش ہے اس لئے اگر تاریخی جملہ ہو سکتا ہے تو یہی ''خردش'' ہے جس کے اعداد ۱۱۰۴ ہیں مسجد کی تعمیر بھی بظاہر دو ڈھائی سو سال سے زیادہ کی معلوم نہیں ہوتی''۔

۲۔ ''ایک قدیم کاغذ (جو رہن نامہ ہے) جس پر حمید بوریا باف کی گواہی درج ہے، قاضی مرتضیٰ صاحب کے کاغذات میں نظر سے گزرا ہے جس کی تاریخ تسوید ۱۱۱۲ھ تعمیر مسجد سے آٹھ سال بعد کی ہے۔ اس وقت حمید بوریا باف زندہ تھے۔ ایسی صورت میں ۸۰۴ھ کی تعمیر کیوں کر تسلیم کی جا سکتی ہے''۔

''شاہی فہرست مساجد میں ایک مسجد کی نسبت لکھا ہے ''بنا کردہ حمید بوریا باف'' غالباً یہ مسجد وہی ہے۔ آج ان کی اولاد کا پتا تک نہیں ہے جن کی یہ یادگار باقی ہے۔'' (تاریخ مالوہ، ص ۲۱۷-۲۱۶)۔

کتبہ لوح قبر واقع سرونج کہنہ

اللہ باقی

۱۸۹ھ

نوٹ: تاریخ مالوہ کے مصنف نے اس کو ۱۹۹ھ لکھا ہے (جبکہ اللہ باقی کے اعداد ۱۸۹ ہی ہوتے ہیں) اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''یہ سنگ تراشی کی غلطی ہے اس نے ۱۰۹۹ ہجری کے صفر کو اڑا دیا ہے یا ۹۹۹ ہجری صدی کے عدد ۹ کو عدد اکندہ کر دیا''۔

اس کتبہ کے متعلق مصنف نے ایک طویل بحث کی ہے جو آثار مالوہ میں مندرج ہے۔

(دیکھئے آثار مالوہ، ص ۸۸-۸۷ و ص ۳۳۲-۳۱۳)۔

۱۰۵۶ھ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں خواجہ اویس کی معرفت ایک حمام اندرون کوٹ تعمیر ہوا۔ اس کا کتبہ اس طرح ہے:

شائستہ بنائیست کہ خانِ عادل بنیاد نہاد اندریں عالمِ گل
درچشم زمانہ خوشتر از مردم چشم دربزم جہاں گرم تر از خانۂ دل

جامع مسجد بیرون کوٹ واقع صدر بازار ۱۰۷۱ھ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں تعمیر کی گئی۔ قطعۂ تاریخ کتبہ پر درج ذیل ہے:

عہد اورنگ زیب عالمگیر شد مرتب چو روضۂ رضواں
یافت توفیق خضر از سبحان عالمے در نظارہ اش گویاں
الف ہفتادو یک ز ہجر رسول شہر خالی میاد از نیکان

۱۰۷۱ھ

مسجد اندرون کوٹ بھی عالمگیر کے زمانے میں شیخ عبدالقادر نورالدین کی معرفت تعمیر کی گئی مادۂ تاریخ اس مصرع سے برآمد ہوتی ہے:

سجدہ گاہِ رسیدگانِ خدا

۱۷۰۳ھ

لوح مزار شیخ محمد صالح پر کندہ ہے:

منزلش خلد باد

۱۰۶۸ھ

اسی مزار کے قریب ایک مسجد شیخ مرحوم (شیخ محمد صالح) کی بنائی ہوئی ہے۔ اس کی تاریخ اس طرح ہے:

معبد مشائخ

۱۰۶۷ھ

مرزا جانی کے مزار پر یہ مصرع کندہ ہے:

مرزا جانی ز دنیا دولتِ اللہ برد

۱۱۰۶ھ

شہر پناہ کے بارہ دروازے تھے اور دو دریچے (یہ سب منہدم ہو گئے ہیں) ۱۱۵۳ھ میں بعہد محمد شاہ بادشاہ

بالا جی راؤ ناظم صوبہ مالوہ نے منڈوی دروازے کی مرمت کروائی تھی۔ ایک پتھر پر اس کا سنہ کندہ ہے۔

۱۱۸۴ فصلی میں تکوجی ہلکر کے حکم سے بالا جی پنڈت نے بھیلہ دروازے کی مرمت کروائی تھی۔ اس کا سنہ ایک پتھر پر مرقوم ہے۔

اس کے علاوہ سرونج میں حویلی چودھری بھوج راج معروف رائے جی، حویلی قانون گویان، حویلی تعمیر کہنہ سکونت نواب محمد سعید خاں مرحوم، حویلی مہیری مقبوضہ صاحبزادہ غلام غوث محمد خاں، حویلی ہند رائے وغیرہ قدیم عمارات ہیں۔

نوٹ: حویلی چودھری بھوج راج : اس عہد کے تین لاکھ روپیہ میں تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے باون چوک تھے۔ اب بھی اس حویلی کے سات چوک باقی ہیں۔ باقی ویران دو باغ، سات کنویں ریاست ٹونک کے تصرف میں تھے۔

حضرت نواب امیر الدولہ بہادر کے عہد کی تعمیرات

حویلی ست کھنی: حویلی مرزا داؤد بیگ، حویلی منشی موہن لال، حویلی گنیش رائے، حویلی کالو رام اگروال، اس طرح نواب امیر الدولہ کے زمانے میں ۱۲ حویلیاں تیار کی گئیں تھیں۔ ان میں عبداللہ خاں قدیمی کی حویلی ہے اس میں قدرے پرانی تعمیر بھی ہے اور کچھ جدید تعمیر۔

پرگنہ میں باغات ۹۵ ہیں جن میں ۵۵ قدیم اور ۴۰ جدید باغ تھے۔ مساجد کی تعداد ۱۰۸ ان میں سے ۶۰ سایہ دار اور ۵۸ بلا سایہ دار، ۲۳ بزرگان دین کی زیارت گاہیں اور ۱۲ مزارات گنبد والے تھے اور ۱۱ مزید بلا گنبد والے تھے۔ شہر کے اطراف میں ایک پہاڑی ہے جس کو مولیٰ علی کی ٹیکری کہا جاتا ہے۔

ریاستی عہد میں قصبہ سرونج کی زمین غربی کو اوپر ٹھی اور شرقی زمین کو تلہٹی کہا جاتا تھا۔ یہاں ۴ من وزن کو مانی کہتے تھے اور سو مانی کو مناسہ اور سو مناسہ کو کناسہ یہاں یہی وزن استعمال ہوتا تھا۔ فصل ربیع فصل خریف سے بہتر ہوتی تھی۔ باشندگان کے بال لمبے لمبے اور پگڑیاں بڑی بڑی ہوتی تھیں، راجپوت اکثر کاشتکاری کرتے تھے اور اہیر و مینوں میں کاشتکار بہت کم ہیں۔ یہاں کے رہنے والے عمدہ نفیس کپڑوں کا استعمال کرتے تھے، مسلمانوں میں افغانی قوم کے لوگ بہت زیادہ ہیں غیر مسلمین میں بوہرہ ترکیہ اگروال مہاجن بیشنو وغیرہ زائد آباد تھے۔

عہد تیموریہ اور شاہان سلف کے زمانے میں یہاں سکہ رائج تھا۔ نواب وزیر الدولہ بہادر روپیہ محمد خانی دیوان شمس الدین خاں صاحب کی معرفت جاری کیا گیا تھا جو ریاست میں مروج رہا۔ زیور اسی روپیہ سے تیار ہوتا تھا۔

محمد خانی سکہ کا ساڑھے گیارہ ماشہ وزن تھا جس میں خالص چاندی گیارہ ماشہ ہوتی تھی اور آدھا ماشہ کساد۔ دارالضرب عہد شاہان سلطنت سے ہی یہاں موجود تھا۔ دو سکوں پر جو عبارت کندہ تھی وہ مندرجہ ذیل ہے:

''سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل الہ۔ حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ۔''

''سکہ مبارک محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی صاحبقراں ثانی''۔

یمین الدولہ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر کے زمانے میں جو سکہ جاری ہوا اس کی عبارت یہ تھی:

ایک طرف ''در عہد سلطنت ملکہ معظمہ رفیع الدرجہ وکٹوریہ ضرب سرونج'' دوسری طرف ''یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں صاحب بہادر صولت جنگ'' موضع اناری اور کریم آبادی میں برگ تنبول (بیڑی کا پتہ) بہت زیادہ کثرت سے ہوتا ہے یہ پتہ گوالیار تک جاتا تھا اس پرگنہ میں ۳ میلے ہوتے تھے۔ تین بڑی ندیاں اور باقی چھوٹی چھوٹی بھی اس پرگنہ میں ہیں۔ یہاں وزن میں سیر ہی رائج تھا۔

وزن سیر ۸۰ روپیہ کلدار اس کو سیر پختہ (خام) کہا جاتا تھا۔

دوسرا وزن سیر ۹۸ کلدار اس کو سیر خام (پختہ) کہتے تھے۔

غلہ وغیرہ سیر پختہ سے فروخت ہوتا تھا۔

(حدیقہ راجستان ص ۵۷-۵۳)۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں پرگنہ نیماہیڑہ علاقہ ریاست ٹونک

ناظم پرگنہ نیماہیڑہ

سید علی اصغر	۱۸-۱۹۱۷ء سے ۲۰-۱۹۱۹ء
منشی اصغر علی خاں	۲۲-۱۹۲۱ء سے ....
بدرالحسن	۳۳-۱۹۳۲ء سے ....
سید محمد سمیع	۳۶-۱۹۳۵ء سے ۳۷-۱۹۳۶ء
صاحبزادہ احمد الدین خاں	۳۸-۱۹۳۷ء سے ....
محمد بدرالحسن	۳۹-۱۸۳۸ء سے ....
صاحبزادہ محمد خلیل الرحمٰن	۴۰-۱۹۳۹ء سے ۴۴-۱۹۴۳ء

نوٹ:- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے ان کے مطابق "ناظم پرگنہ نیماہیڑہ" پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

یہ پرگنہ قصبۂ نیماہیڑہ علاقہ مالوہ میواڑ میں تھا۔ ریاست ٹونک سے اڑسٹھ کوس کے فاصلے پر ایک لمبے چوڑے میدان کے جنوبی و مغربی کونے میں آباد تھا۔ اس قصبہ کی شہر پناہ پختہ بنی ہوئی تھی جو ۱۸۲۴ء میں اندور کے راجہ کی عملداری میں تیار ہوئی تھی اس وقت اس میں اسی ہزار روپیہ خرچ کیے گئے تھے۔ اس شہر پناہ (چہار دیواری) میں انیس برج بنے ہوئے تھے اور اس کی خندق بھی بڑی گہری تھی۔ پرگنہ نیماہیڑہ سے قلعہ چتوڑ گڑھ شمال کی جانب تقریباً ۹ رکوس کے فاصلے پر ہے اور قصبۂ نیچ جو علاقہ گوالیار سے متعلق ہے اس کے مشرقی و جنوبی کونے میں تقریباً ۸ رکوس پر واقع ہے۔ اس کے مشرقی و جنوبی دیہات کو مالوہ میں شمار کیا جاتا تھا اور مغربی و شمالی دیہات میواڑ میں گنے جاتے تھے۔

اس پرگنے کی حد شرقی کیلی موضع تک ساڑھے تین کوس تھی، حد جنوبی موضع سرحد باڑی تک پانچ کوس اور

حد شمالی موضع ست کھنڈ تک پانچ کوس اور غربی سرحد موضع ہریا کھیڑی تک تقریباً پندرہ کوس کے فاصلے پر تھی۔ یہ پرگنہ سمت جانب شرق گوالیار اور سمت غربی وجنوبی وشمالی میواڑ سے ملا ہوا ہے۔

اس قصبے کو نچی راجپوت پڈمار نے سمت ۱۱۱۵ بکرمی مطابق ۱۰۸۵ء میں سمرسی راول چتوڑ رئیس میواڑ نے آباد کر کے اس کا نام نیاولی نگری رکھا تھا۔ دھیرے دھیرے یہ قصبہ نیاولی نگری سے نیماہیڑہ ہوگیا اور آج تک اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔

قدیم پوتھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصبہ کو نیما مینا نے اپنے نام سے آباد کر کے اس کا نام نیماہیڑہ رکھا تھا چنانچہ اس قصبہ پر مینوں کی پٹیلائی اب تک چلی آرہی ہے۔ یہ علاقہ مختلف لوگوں کے قبضہ وتصرف میں رہا ہے اسی وجہ سے اس قصبہ کی قدیم تاریخ معلوم نہ ہوسکی۔ ہندوؤں کی پوتھیوں سے اس کا جو حال معلوم ہوا وہ اس طرح ہے:

رانا میواڑ کے بجائے راج سنگھ بتاریخ چیت بدی ۱۳ سمت ۱۸۱۷ بکرمی مطابق ۱۷۶۹ء میں مسند نشین ہوا۔ مگر وہ سندھیہ کے دبدبے کی وجہ سے میواڑ ہی میں رہا۔ اس کے بعد اہلیہ بائی زوجہ ملہار راؤ ہلکر نے سمت ۱۸۳۲ بکرمی مطابق ۱۷۷۵ء میں نیماہیڑہ پر مع ایک سو اکسٹھ گاؤں قبضہ کرلیا۔ ۱۸۹۵ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ تکوجی ہلکر راجہ بنایا گیا۔ جب سمت ۱۸۵۴ بکرمی مطابق ۱۷۹۷ء میں وہ بھی مرگیا تو اس کا لڑکا کاشی راؤ ہلکر راجہ بنا۔ چند ماہ بعد جسونت راؤ ہلکر نے سمت ۱۸۸۵ بکرمی مطابق ۱۷۹۸ء میں نواب امیر الدولہ کی اعانت سے کاشی راؤ ہلکر کو حکومت وریاست سے ختم کردیا اور آخر کار جسونت راؤ ہلکر نے یہ پرگنہ سمت ۱۹۶۶ بکرمی مطابق ۱۸۰۹ء میں حضرت نواب امیر الدولہ بہادر کو دوستی اور مدد کرنے کی وجہ سے دے دیا۔ جب انگریزوں سے نواب امیر الدولہ کی صلح ہوئی تو یہ پرگنہ بھی ٹونک کی طرح ریاست ٹونک میں داخل ہوگیا۔

سمت ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ۱۸۵۷ میں ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے زمانۂ غدر میں جب نواب وزیر الدولہ کی ریاست ٹونک پر حکمرانی تھی شور صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ میواڑ نے انگریزی فوج کی مدد سے پرگنہ نیماہیڑہ ریاست ٹونک سے خارج کر کے راجہ اودے پور رانا سروپ سنگھ کو دے دیا۔ ریاستی فوج نواب صاحب کے حکم اور اجازت کے بغیر سرکار انگریزی کے لشکر کے مقابلہ نہیں ہوئی۔ بخشی غلام محی الدین خاں ولد بخشی امام الدین خاں جاگیردار ریاست، کی اجازت نہ ملنے کے باوجود اپنی جان کی حفاظت کی وجہ سے صبح سے شام تک جنگ کرتا رہا۔ آخر کب تک مقابلہ کرتا، رات کے وقت اپنے اہل وعیال کے ہمراہ موضع دھوتر علاقہ ریاست پرتاب گڑھ میں داخل ہوکر پناہ اختیار کی۔ جب راجہ میواڑ نے اس قصبہ پر قبضہ کیا تو بعد قبضہ کل دفتر کو جلا ڈالا۔ اس طرح پورا ریکارڈ جو فارسی

زبان میں تھا، جل کر خاک ہو گیا، چار توپوں اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا۔ رئیس میواڑ کی طرف سے مہتا شیر سنگھ و رگھوداس بید اور مہتا اجیت سنگھ و مہتا بختاور سنگھ ایک دوسرے کے بعد اس پرگنہ نیماہیڑہ پر حکمراں رہے۔ بیساکھ کے مہینے میں سمت ۱۹۱۷ بکرمی مطابق ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ برطانیہ کے حکم سے پرگنہ ہٰذا مع آمدنی سالہائے گذشتہ سے معمولی مصارف پرگنہ مجرا کرنے کے بعد نواب وزیر الدولہ بہادر کو واپس عطا کیا گیا اور چار توپوں کے بدلے میں انگریزی چار توپیں پرگنہ نیماہیڑہ کو دی گئیں۔ قطعہ تاریخ پرگنہ نیماہیڑہ اس طرح ہے:

چوں بحسن نیت نواب عالی مرتبت — قبض نیماہیڑہ باز آمد بحکم ذوالجلال
در تلاش سال تاریخش تفکر بیدرنگ — رفت تا چیند گلِ رنگین زبستان خیال
ناگہاں از ہاتف غیب ایں ندا آمد بگوش — دوستش آباد باد و دشمنِ او پائمال

۱۲۷۶ھ

اور اس مصرعہ سے بھی تاریخ برآمد ہوتی ہے ع

شد رواں آب رفتہ باز از جو

۱۲۷۶ھ

پرگنہ نیماہیڑہ میں قصبہ ڈونگلہ کی آب و ہوا بہت عمدہ ہے تمام پرگنہ کے کنوؤں کا پانی شیریں ہے اور تقریباً گیارہ گز زمین کی گہرائی پر پانی نکل آتا ہے۔ ندیاں شمال کی سمت رواں رہتی ہیں اس پرگنہ میں تقریباً آٹھ ندیاں ہیں۔ کھٹری، سرس، ناگن، کدمالی، سوکر، شیوناٹنی، گانگلی اور مانکلی۔

یہاں پہاڑ کہیں بلند نوکدار اور کہیں زمین دوز ہیں۔ گیرو کی تین کانیں قصبہ قنوج کی پہاڑیوں میں ہیں اور لوہے کی ایک کان ڈونگلہ کے پہاڑ میں ہے۔ ایک کان سے سفید مٹی جو موضع بیتونہ میں واقع ہے اور ایک کان سے زرد مٹی جو موضع مانگڑول میں ہے، نکلتی ہے۔ دو باوڑیاں پختہ بھی درمیانی درجہ کی یادگار ہیں۔ ایک باوڑی موضع بیتونہ کے باہر موڑہ سنگھ راوت بیتونہ نے سمت ۱۶۱۹ بکرمی مطابق ۱۵۶۲ء میں بنائی تھی۔ دوسری باوڑی کچہری خاص کے قریب واقع ہے۔ اس کو سمت ۱۸۰۲ بکرمی مطابق ۱۷۴۵ء میں جے رام برہمن نے بنوایا تھا۔ پرگنہ میں تین گڑھیاں ہیں، ایک قصبہ قنوج میں واقع ہے۔ اس کو ملہار راؤ ہلکر نے اہلیہ بائی کے زمانے میں سمت ۱۸۳۵ بکرمی مطابق ۱۷۸۲ء میں بنوایا تھا، جو ریاستی عہد میں تھانیدار کی سرکاری رہائش گاہ تھی۔ دوسری گڑھی قصبہ بھڑ بھڑیہ میں بنی ہوئی ہے جو لکھا جی مرہٹہ نے بزمانہ جسونت راؤ ہلکر تیار کرائی تھی۔ تیسری میواسہ کے پہاڑ پر واقع ہے۔ یہ گڑھی سمت ۱۸۶۷ بکرمی

مطابق ۱۸۱۰ء میں بزمانہ عالمی نواب جمشید خاں ملازم حضرت نواب امیر الدولہ بہادر امان سنگھ ٹھاکر میواسہ نے بنوائی تھی ۔اس پرگنہ میں پانچ کنڈ ہیں ایک سمت ۱۱۱۶ بکرمی م ۱۰۵۵ء میں تیار ہوا، دوسرا سمت ۱۱۸۰ بکرمی مطابق ۱۱۲۳ء میں، تیسرا سمت ۱۲۴۳ بکرمی مطابق ۱۱۸۶ء میں قصبہ کے باہر تیار ہوا اس کو مہادیو جی کے کنڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کنڈ پر ہندی میں اس کی بنا کی عبارت کندہ تھی ۔چوتھا کنڈ موضع منڈلان ۱۲۵۶ بکرمی م ۱۱۹۹ھ میں تیار ہوا۔اس پر بھی ہندی عبارت لکھی ہوئی ہے۔پانچواں کنڈ موضع بھگوان پورہ میں ہے جو سمت ۱۰۲۵ بکرمی مطابق ۹۶۸ء میں تیار ہوا ہے اس پر بھی ہندی میں عبارت کندہ ہے۔

اس قصبہ میں دو بڑے تالاب ہیں ایک موضع منڈلان میں چاریان کے قریب اور دوسرا موضع کیسر پورہ کے متصل (اس میں بارہ مہینوں پانی رہتا ہے) یہاں کے رہنے بسنے والے اوسط اندام، گندم گوں اور مائل بہ لاغری تھے۔ یہ لوگ بہت زیادہ محنت کش تھے۔ یہاں پرانے رہنے بسنے والے مینا قوم بھیل قوم کے لوگ ہیں۔ یہاں کے لوگ حرف سین مہملہ کے بجائے ہائے ہوز بولتے تھے، اس طرح پر کہ سیتارام کو ہیتارام بولتے تھے۔

اس پرگنہ میں کنوؤں کی تعداد ۳۲۲ تھی، ڈھیکلے ۲۶۵ تھے، ان کنوؤں میں ۷۳ آب نوشی کے لئے تھے اور باقی آب پاشی کے لئے۔ یہاں کی مٹی کالی، پیلی، دھامنی، بھوری، راتری، کانگری جس میں کالی زمین سب سے اول درجہ کی ہے باقی اوسط درجہ کی ہیں۔اس پرگنہ کی کل آبادی ریاستی عہد میں تقریباً سنہ انیس سو تک ۵۹۰۵۴ ہے جس میں مردوں کی تعداد ۳۰۸۰۶ اور عورتوں کی تعداد ۲۸۲۴۸ ہے۔ یہاں کسی قسم کا کوئی میلہ نہیں لگتا ہے۔ خاص قصبہ میں ایک حویلی تھی جو سمت کہنی ساختِ سنگ نیلگوں تارا نا ہر کی ہے، درمیان کوہ باڑی جس کو سانڈہ مگرہ کہتے ہیں۔ایک محل پختہ قدیم تعمیر کیا ہوا ہے جو روٹھی رانی کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ اس نام کی یہ تھی کہ زمانہ سابق میں کسی راجہ کی رانی روٹھ کر یہاں چلی آئی تھی اس نے اس مقام پر یہ محل تعمیر کرایا تھا۔ یہاں دس باغات بھی تھے۔ایک باغ قصبۂ خاص میں تھا اور باقی باغات دیہات میں تھے۔اسی طرح کل مساجد اٹھارہ تھیں ۱۱ خاص قصبہ میں باقی سات دیہات میں۔مندروں کی تعداد تقریباً ۳۲۵ تھی۔اس پرگنہ میں دو طرف دل دل بھی تھی ایک سرحد موضع بھڑ بھڑیا میں دوسری تماہیڑہ کے پاس مغربی سمت میں۔

جب تک اس پرگنہ پر راجہ اندور کا قبضہ رہا اس وقت تک یہاں ریاست اودے پور کا سکہ رائج تھا۔ جسونت راؤ ہلکر کے زمانے میں عالم شاہی سکہ جاری ہوا۔ سمت ۱۹۲۳ بکرمی مطابق ۱۸۶۶ء میں بعہد یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں بہادر سوم فرماں روا ریاست ٹونک کا سکہ کلدار جاری وساری ہوا اور یہی سکہ ریاستی عہد میں مروج

رہا۔ رعایا کی دادوستد علاوہ ملازمینِ ریاست سکۂ عالم شاہی سے ہی ہوتی ہے۔

سکہ کا وزن اس طرح تھا:

نام سکہ	وزن سکہ	آنہ کلدار
اودے پور	۱۱ر ماشہ	۱۲ر
شاہ عالم شاہی	۱۱ر ماشہ	۱/۲ ۱۲ر
کلدار	۱۱ر ماشہ ر برابر چھ سرخ	۱۶ر

جسونت راو ہلکر کے زمانے میں یہاں سیر کا وزن مندرجہ ذیل تھا:

سیر پختہ	بوزن ۹۳ روپیہ	سکہ عالم شاہی
سیر خام	بوزن ۴۶ روپیہ	سکہ عالم شاہی

۱۸۸۲ء بعہد نواب محمد علی خاں صاحب بہادر سیر انگریزی رائج ہوا جو ریاستی عہد تک مروج رہا۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں پرگنہ چھبڑہ گوگور علاقہ ریاست ٹونک

ناظم پرگنہ چھبڑہ

خان صاحب اصغر علی خاں ۱۹-۱۹۱۸ سے ۲۲-۱۹۲۱ء

صاحبزادہ خلیل الرحمن خاں ۳۳-۱۹۳۲ سے ۳۵-۱۹۳۴ء

صاحبزادہ محمد توفیق خاں ۳۶-۱۹۳۵ سے ۴۴-۱۹۴۳ء

نوٹ:- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے، ان کے مطابق ناظم پرگنہ چھبڑہ پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

پرگنہ چھبڑہ جنوب کی جانب قصبہ گوگور سے تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ دونوں قصبوں کی آبادی پرگنہ میں شامل تھی۔ چھبڑہ کی آبادی سے پہلے گوگور کی آبادی بسی ہوئی تھی۔ شاہی سندوں میں گوگور چھبڑہ ہی لکھا ہوا ہے۔

چھبڑہ نام رکھنے کی وجہ: یہاں پرانے زمانے میں چھیپے رہا کرتے تھے۔ وہ لوگ اطراف میں اب تک بھی آباد ہیں۔ چھیپوں کی سکونت اور ان کی یہاں بود و باش کی وجہ سے اس کا نام چھیپرہ رکھا گیا اور یہی چھیپرہ کثرت استعمال کی وجہ سے چھبڑہ ہو گیا۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب راوت بھوج بکراوت نے راجہ درجن سال پر چڑھائی کی اور پوری بکراوت فوج کو ختم کر ڈالا صرف ایک عورت اس قوم سے بچ گئی تھی، وہ اپنے دودھ پیتے بچے کو چھبڑے (ٹوکرے) میں رکھ کر جہاں اب چھبڑہ کا قلعہ ہے پہنچی۔ بعد ازاں یہاں آبادی ہونا شروع ہوئی اس وجہ سے اس علاقے اور بستی کا نام چھبڑہ رکھا گیا۔

سمبت ۱۳۵۲ بکرمی میں گوگل جی ولد دھارو جی کھینچی جو بل راؤ چوہان کی اولاد میں سے تھا اپنے نام سے اس نے گوگل قصبہ آباد کر کے اس کے پہاڑ پر ایک قلعہ بنایا تھا اور اس جگہ اپنی رہائش اختیار کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مانک راؤ کے عہد تک خاندان کھینچی و خاندان راجگان بوندی یہاں مسلسل آباد رہے۔ جب اجے راؤ ولد مانک راؤ نے

کھینچی پور پاٹن آباد کیا تو اس کا لقب کھینچی ہوگیا۔اس کے بعد دہلی کے والی پتھو رائے نے راجہ دیونسے کو جو کہ مانک کی اولاد میں سے تھا باون پرگنات عطا کئے اور اس کو مالوہ کا حاکم بنا دیا۔

راجہ دیونسے کی بہن گنگا بائی رئیس دھوسر گڑھ بیجل دیو سے منسوب تھی راجہ بیجل دیو کا کامدار، گنگ داس راجہ دیونسے سے پوشیدہ طور پر بغض وعداوت رکھتا تھا۔اس دوران گنگ داس کامدار کا اغوا ہوگیا اور دونوں راجاؤں کے درمیان لڑائی ہوگئی۔اس لڑائی میں راجہ بیجل دیو اور اس کا کامدار گنگ داس دوران جنگ مارے گئے۔راجہ دیونسے نے دھوسر گڑھ پر قبضہ کر کے گاگرون نام رکھ دیا اور قلعہ تعمیر کیا۔اس کے بعد راجہ دیونسے کی ساتویں پشت میں عادل جی عرف ایدل جی گاگرون کا راجہ بنا اس نے املاؤدہ آباد کیا۔اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا دھارو جی راجہ بنا۔راجہ دھارو جی اور شیر گڑھ کے راجہ سارنگ دیو کے درمیان لڑائی ہوئی۔سارنگ دیو اس جنگ میں مارا گیا اور راجہ دھارو جی نے شیر گڑھ پر بھی قبضہ کر لیا۔دھارو جی بھی سلطان علاء الدین خلجی کی فوج سے قلعہ بلاس میں مارا گیا اور دھارو جی کا بیٹا گوگل جی مسند نشین ہوا۔اس نے قصبہ گوگل کو اپنے نام سے آباد کیا۔مگر کثرت استعمال سے یہ قصبہ گوگل کے بجائے گوگور نام سے مشہور ومعروف ہوگیا۔

گوگل جی کے مرنے کے بعد سیڈھو، دھارو جی کا چھوٹا لڑکا تخت نشین ہوا۔اس کے بعد ساتل جی، ہیمان جی، اسال جی، رنمال جی، دربناس جی و درگا داس جی، ہمیر سنگھ، نرائن داس جی، یکے بعد دیگرے مسند حکومت پر رہے۔راجہ نرائن داس ہمایوں کے دور کا ہے۔اس کے بعد سالباہن جو جنگ آمیر میں اکبر کے ساتھ تھا راجہ بنا، فتح آمیر کے بعد اس کو اکبر کی طرف سے گونا وشیو پور عطا کیا گیا تھا۔راؤ سرجن والیٔ بوندی اور اس راجہ سالباہن کے درمیان جنگ ہوئی۔سالباہن قتل کر دیا گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا بھوبت ساہ حکمراں ہوا۔اس کے بعد چتر سال حکمراں رہا۔چتر سال نے سمبت ۱۶۹۰ بکرمی میں گوگور سے مشرقی وشمالی گوشہ میں پاربتی ندی کے علاقے میں ایک محل تعمیر کرایا تھا اور اس کا نام چتر گنج رکھا تھا۔

سمبت ۱۷۱۲ بکرمی میں راجہ چتر سال فوت ہوگیا تو اس کا لڑکا سہل ساہ اس کی جگہ گدی پر بیٹھا۔یہ راجہ شاہجہاں کے عہد میں تھا۔اس راجہ کو اس کے چچا غریب داس ولد دیپ داس نے حکومت سے خارج کر دیا اور خود حکمران بن گیا اور سہل ساہ کو بطور جاگیر چھبڑہ دیا گیا۔اس سہل ساہ کے زمانے میں چھبڑہ کی آبادی میں ترقی ہوئی اور قلعہ کی شہر پناہ کو سمبت ۱۷۱۱ بکرمی میں رتن سنگھ کھینچی نے بنایا۔غریب داس کے بعد اس کا بڑا بیٹا لال سنگھ حکمراں بنا اس نے بعہد اورنگ زیب عالمگیر راگھو گڑھ کو آباد کر کے قلعہ تعمیر کرایا اور گوگور کے بجائے راگھو گڑھ کو صدر قرار دیا اور پرگنہ

گوگورکوتحصیل کی شکل میں چھبڑہ میں ملادیا۔ جب لال سنگھ فوت ہوگیا تو اس کا بڑالڑکا دھیرت سنگھ گدی نشین ہوا، یہ بہادرشاہ کے زمانے میں تھا اور بادشاہ کا بڑا فرماں بردار تھا اس وجہ سے اس کو شاہی خلعت عطا کیا گیا تھا۔ سوجان سنگھ پسر دوم لال سنگھ نے رام نگر کو آباد کیا تھا۔ اس کو بادشاہ کی جانب سے پرگنہ جھرگون عرف بجرنگ گڑھ جاگیر میں دیا گیا تھا اور کیسری سنگھ جو لال سنگھ کا تیسرا لڑکا تھا اس نے گڑھ بسایا۔ راجہ دھیرت سنگھ کی وفات کے بعد اس کے پانچ بیٹوں میں سے بڑا لڑکا گج سنگھ راگھوگڑھ کا راجہ بنا۔ محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے اس نے بھی خلعت فاخرہ پایا۔ بادشاہ کی طرف سے دھیرت سنگھ کے دوسرے لڑکے بکرماجیت کو پرگنہ مقصودگڑھ عطا کیا گیا۔ بکرماجیت کا مقصودگڑھ پانا مقصود نہ تھا بلکہ وہ راگھوگڑھ کی ریاست کا طلب گار تھا اور رات دن اسی تگ ودو میں لگا رہتا تھا۔ جب سوائی جے سنگھ کا مالوہ پر تصرف ہوا تو اس کی مدد سے بکرماجیت کو راگھوگڑھ مل گیا۔ اس کے بڑے بھائی گج سنگھ نے مہارانہ اودے پور اور بھیم سنگھ مہاراؤ کوٹہ سے فریاد کی۔ ہر دو راجگان کی مدد سے راگھوگڑھ کے بدلے میں اس کو پرگنہ بہار دیا گیا۔ کچھ دن بعد گج سنگھ فوت ہوگیا۔ اس کا لڑکا اندرسنگھ راجہ ہوا اس نے اودے پور، بوندی اور کوٹہ کے راجگان سے مدد حاصل کی اور ان کی مدد سے قلعہ گوگور کا محاصرہ کرلیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا تو اس نے راگھوگڑھ کا ارادہ کیا۔ بلہید رسنگھ جو بکرماجیت کا بڑا لڑکا تھا اور بخشی پرتھوی راج یہ دونوں لشکر کے سردار تھے اندرسنگھ کے آنے کی خبر پاکر جنگ کے لئے آگے بڑھے۔ اس لڑائی میں اندرسنگھ کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور وہ خود بھی مارا گیا۔ فوج بغیر سردار ہوگئی اور ادھر ادھر ہوکر واپس چلی گئی۔ بکرماجیت نے چھبڑہ کو سہل ساہ کی اولاد سے لے کر خالصہ کرلیا۔ چند مدت میں ہی ریاست بھوپال کے بانی دوست محمد خاں نے کھینچی واڑے پر یورش کرکے تاراج کردیا۔ اس دوران بکرماجیت پیشوا کے پاس جاکر اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار ہوگیا۔ بکرماجیت کے تین بیٹوں میں سے بڑا بیٹا بلہید رسنگھ بکرماجیت کے بعد راجہ بنا اور مقصودگڑھ میں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ بلہید رسنگھ کے بعد بلونت سنگھ راجہ بنا۔ اس راجہ نے ہلکر کو خراج دیا اور پرگنہ گوگور کو رہن کردیا اسی زمانے سے پرگنہ گوگور کھینچیوں کے تصرف سے نکل گیا۔

سنہ ۱۲۲۳ھ میں اندور کا راجہ بالا راؤ انگلیہ سے جو چھبڑہ پر قابض و متصرف تھا، خراج مانگنے لگا۔ بالا راؤ اپنا تمام کاروبار میر باز خاں قلعہ دار کے سپرد کرکے اور یہ کہہ کر کہ میں سپاہیوں کو فراہم کرنے کے لئے جارہا ہوں فرار ہوگیا۔ اس زمانے میں نواب امیر الدولہ بہادر شیرگڑھ میں قیام پذیر تھے۔ امیر خاں نے داؤد خاں اور محمد منور خاں عرف میاں منو کو فتح قصبہ چھبڑہ کی طرف روانہ کیا۔ اس طرح قلعۂ گوگور فتح ہوگیا اور اس پر نواب امیر خاں کا قبضہ و تصرف ہوگیا۔ ۱۸۱۷ء میں انگریزوں سے امیر خاں کے معاہدہ کے تحت ٹونک، سرونج، نیماہیڑہ، پڑاوہ، علی گڑھ اور

چھبڑہ چھ پرگنات امیر خاں کو دے کر امیر خاں کو ٹونک کا نواب تسلیم کرلیا گیا۔

اس قصبہ میں جامع مسجد اور چھ پختہ مساجد تھیں۔ مندروں کی تعداد ۲۸ تھی قصبہ میں ۱۲ اور دیہات میں ۱۶، پاربتی، انڈیری، رتھوڑی اور پی وغیرہ ندیاں تھیں۔ دو باغات ایک بڑا باغ اور دوسرا باغ قادری ہیں۔ پہاڑیوں کی تعداد چھبیس تھی اس قصبہ میں ۲۳ دیہات تھے اور پرگنہ میں تین میلے بھی ہوتے تھے۔ پندرہ روزہ ایک میلہ پوس کے ماہ میں قصبہ میں ہوتا تھا۔ دوسرا میلہ قصبہ گوگور میں ماہ پھاگن بدی ۱۴ کو ہوتا تھا۔ یہ ایک دودن کا ہی میلہ تھا لوگ اس کو سورتی کا میلہ بھی کہتے تھے۔ تیسرا میلہ ماہ چیت بدی یکم کو ہوتا تھا اس کو پھول ڈول کا میلہ کہا جاتا تھا یہ بھی ایک دن رہتا تھا۔ اس پرگنہ میں دو سکے رائج تھے۔ ایک سکہ روپیہ کلدار اور دوسرا سکہ روپیہ گمان شاہی۔ سیر کا وزن ساٹھ روپیہ کلدار تھا۔

(حدیقہ راجستان تاریخ ٹونک ص ۴۶-۴۲)۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں پرگنہ پڑاوہ علاقہ ریاست ٹونک

ناظم پرگنہ پڑاوہ

خان صاحب اصغر علی خاں	۱۸-۱۸۱۷ء
سید ظہور الدین احمد	۱۹-۱۹۱۸ء
سید احمد علی	۲۰-۱۹۱۹ء
مرزا قاسم بیگ	۲۲-۱۹۲۱ء سے ....
نذیر احمد خاں	۳۳-۱۹۳۲ء سے ....
صاحبزادہ عبدلباسط خاں	۳۶-۱۹۳۵ء سے ۳۷-۱۹۳۶ء
صاحبزادہ یٰسین علی خاں	۳۸-۱۹۳۷ء سے ....
محمد بدرالحسن	۴۰-۱۹۳۹ء سے ۴۴-۱۹۴۳ء............

نوٹ:- رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہو سکے ان کے مطابق ''ناظم پرگنہ پڑاوہ'' پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

پرگنہ پڑاوہ علاقہ ریاست ٹونک اجین اور کوٹہ کے راستہ میں لب سڑک واقع ہے، اجین سے شمال کی جانب اکتیس کوس اور کوٹہ سے جنوب کی جانب چھتیس کوس اور ٹونک سے جنوبی سمت پر ایک سو چالیس کوس پر واقع ہے۔ عرض بلد شمالی اس کا ۲۴ درجہ ۹ دقیقہ ہے، اسی طرح طول بلد شرقی ۷۶ درجہ چار دقیقہ ہے۔ پرگنہ کے جنوب و مغرب کی جانب سوندھیہ اور راجپوت رہتے ہیں اسی وجہ سے اس پرگنہ کے جنوبی و مغربی دیہات کو سونڈ واڑہ اور دیہات شمالی و مشرقی کو رجواڑہ کہتے ہیں۔ پڑاوہ پرگنہ اندور، گوالیار اور جھالا واڑ علاقوں سے ملا ہوا ہے۔ حد شرقی سرحد موضع دھرنیان تک کے قصبے سے ڈھائی کوس ہے، قصبہ سوہت علاقہ گوالیار کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ حد غربی سرحد موضع آنیا کھیتڑی تک جو تقریباً چھ کوس ہے، موضع سیل گڑھ علاقہ جھالا واڑ اور سورہ و گیلانی علاقہ اندور تک پھیلے ہیں۔ اسی طرح حد شمالی سرحد موضع دوبلیا تک جو تقریباً ساڑھے آٹھ کوس ہے، موضع گادیہہ علاقہ اندور سے ملا ہوا ہے۔

بادشاہ ابواسحٰق سبکتگین غزنوی کے ایک لشکر نے ۹۴۱ھ م ۹۳۱ فصلی میں یہاں آکر پڑاؤ کیا تھا اور جہاں اب پڑاوہ کا قلعہ ہے، اسی جگہ خاص بادشاہ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا اس وقت یہاں پر چند گھر مینو اور بھیلیوں کے تھے اس زمانے میں مندرجہ ہر دو اقوام مشرف باسلام ہو کر اس علاقہ کی نگرانی و پاسبانی پر مامور ہوئیں۔ چنانچہ ریاست ٹونک کے زمانہ تک شیخ وزیر وغیرہ اس قوم سے متعلق تھے جو اپنے عہدے پر مامور بھی تھے۔ اس کے بعد شاہی حکم کے ذریعہ فتح محمد خاں صوبہ دار کو اس کی آبادی کا حکم ملا، صوبہ دار نے اس جگہ بہت سے محلات اور مکانات وغیرہ جو بڑے خوبصورت اور دلکش تھے تعمیر کرائے اور اس میں بائیس پرگنوں کو جوڑ کر باعتبار شاہی پڑاؤ کے پڑاوہ کے نام سے مشہور کیا اور دھیرے دھیرے یہ علاقہ پڑاوہ سے پڑاوہ پکارا جانے لگا۔

بعض مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ سمت ۹۲۵ بکرمی میں راجہ بھرتری کے زمانے میں چتوڑ کے راجہ پہاڑ جی، مینہ منڈلوی اور پرتھا چیل نے اس شہر کو آباد کر کے ''پہاڑوہ'' نام رکھا جو کثرت استعمال سے پڑاوہ ہو گیا۔ پہلے قول سے یہ دوسرا قول صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ بادشاہ سبکتگین کا یہاں آنا کتب تواریخ سے سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ بادشاہ ۹۷۴ء میں مسند نشین ہوا اور ۹۹۷ء میں اس کا انتقال ہو گیا اس کا دور حکومت صرف تین سال ہے۔

بابر بادشاہ کے زمانے سے محمد شاہ تک یہ پرگنہ مغل بادشاہوں کے تصرف میں رہا، سمت ۱۶۹۲ بکرمی میں شاہجہاں نے رئیس رتلام رتن سنگھ کو دے دیا۔ سمت ۱۸۰۱ بکرمی تک اس پر رؤساء رتلام قابض و متصرف رہے۔ ۱۷۳۵ء میں صوبہ مالوہ باجی راؤ پیشوا کے نام ہوا یہاں تک کہ اس پر رانا سنگرام سنگھ رئیس میواڑ اور سوائی جے سنگھ والئ جے پور کی مشترک حکومت بھی رہی۔ اس کے بعد یہ پرگنہ ملہار راؤ ہلکر کے تصرف میں آ گیا۔ ملہار راؤ کے بعد اس کے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اس کی زوجہ اہلیہ بائی مسند نشین ہوئی۔ اس زمانہ میں پیشوا والئ پونہ اور ستارہ نے رانی کو یہ لکھا کہ تمہارے صرفہ کے لئے تین لاکھ کی جائیداد کافی ہے باقی جائیداد سے رانی دست بردار ہو جائے۔ رانی نے فوراً لکھا کہ ہمارے بزرگوں نے اس علاقہ کو بزور شمشیر حاصل کیا ہے اگر تم اس کو لینا چاہتے ہو تو یہ گھوڑا اور یہ میدان ہے۔ پیشوا نے رانی کا جواب سن کر بیس ہزار فوج مقابلہ اور محاصرہ کے لئے روانہ کی۔ اہلیہ بائی بھی ایک عورت ہونے کے باوجود چالیس ہزار کا لشکر لے کر اس سے مقابلہ کے لئے تیار ہوئی اور یورش کر کے برہان پور تک پہنچ گئی۔ پیشوا کے لشکر نے اس دلیر عورت کی بہادری دیکھ کر اس سے مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور پیشوا سے جا کر کہا اگر آپ ایک عورت پر فتح یاب ہو گئے تو کچھ بھی بہادری نہ ہوگی اگر آپ پر وہ عورت فتح یاب ہو گئی تو آپ کے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی۔

آخر کار پیشوا اور اہلیہ بائی کے درمیان صلح کے راستہ ہموار کئے گئے۔ رانی اپنے ملک آئی اور پیشوا کی ملاقات

کے لئے خود پونہ گئی اور نذر پیش کی پیشوا نے بھی خلعت فاخرہ اور داد دہش خوب کی جب سمت ۱۸۵۲ بکرمی م ۱۷۹۵ء میں اہلیہ بائی کا انتقال ہوا اس کی جگہ تکوجی ہلکر صدر نشین ہوا سمت ۱۸۵۴ بکرمی میں جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا لڑکا کاشی راؤ ہلکر حکمراں رہا اس کے بعد یہ علاقہ جسونت راؤ ہلکر کے تصرف میں آیا۔

سمت ۱۸۶۵ بکرمی میں یہ پرگنہ نواب امیر الدولہ کے قبضہ تصرف میں آیا اور ریاست میں شامل ہونے تک والیان ٹونک اس پر قابض و متصرف رہے۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کے دوران یہاں کچھ لوگوں نے بغاوت کی تھی ریاست کے عہد میں اس بغاوت کو رفع کیا گیا۔

اس پرگنہ کے دو حصے ہیں اوپر والا حصہ کو سوندہ واڑہ کہتے ہیں اور نیچے والا حصہ جھالا واڑ کہلاتا ہے۔
سوندواڑہ کی زمین زرخیز ہے اور اس میں عمدہ پیداوار ہوتی ہے اور جھالا واڑ کی زمین اس کی طرح نہیں ہے۔ اس پرگنہ میں اکثر عمارات اینٹ مٹی اور کھپریل کی ہیں قوم سوندھیہ زیادہ آباد ہیں۔ میاں ہمت خاں نواب امیر خاں کے زمانہ میں مشرف با سلام ہوئے تھے اسی قوم سوندھیہ سے تھے نواب امیر خاں ان کو اپنا فرزند تصور کرتے تھے، ان کو پندرہ ہزار کی جاگیر عطا فرمائی تھی انہوں نے ہی قلعہ ہمت گڑھ اور دیگر مکانات وغیرہ یہاں تعمیر کرائے تھے۔

اس پرگنہ میں ریاستی عہد میں چار تھانے تھے اسی طرح تین ندیاں بھی جن میں ایک آہو دوسری چونلے تیسری رنجیڑ۔ اس علاقہ میں پہاڑ سلسلہ وار نہیں ہیں۔ اس پرگنہ میں تین قلعہ بھی ہیں ایک خاص قصبہ میں جو زمانہ محمد شاہ بادشاہ دہلی سمت ۱۷۳۸ بکرمی میں دیا بہادر صوبہ مالوہ کا بنایا ہوا ہے۔ اس کا کل دور پانچ بیگہ تین بسوہ ہے۔ اس قلعہ کے چار برج ہیں ان پر توپیں قائم رہتی ہیں دوسرا قلعہ مصاحب گڈھ کا ہے جس کو آج کل ہمت گڑھ کہا جاتا ہے اس کو میاں ہمت خاں جاگیردار نے سمت ۱۸۸۰ بکرمی میں بعہد حکومت نواب امیر الدولہ بہادر پختہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے بھی چار برج ہیں اس کی دیواروں کی بلندی ۱۵-۱۵ گز ہے زمانہ سابق میں اس قلعہ کو مصاحب خاں ٹھاکر نے کچا تعمیر کرلیا تھا چنانچہ اس کی قبر اس قلعہ میں موجود ہے۔ میاں ہمت خاں نے نواب امیر الدولہ کے حکم پر اس قلعہ کو پختہ تعمیر کرایا۔ تیسرا قلعہ پختہ موضع ماتھنیا کا ہے جو سمت ۱۷۹۷ بکرمی میں لال سنگھ ٹھاکر نے بنوایا تھا چنانچہ اب تک اس کے نشانات باقی ہیں، علاوہ ان قلعوں کے اور بھی قلعہ ہیں مگر سراسر منہدم ہیں اس ضمن میں ایک گڑھی جس کو کرن گڈھ کہتے ہیں موضع فتحپور کی پہاڑی پر واقع ہے اس کو کرن سنگھ ٹھاکر نے تعمیر کرایا تھا دوسری گڈھی بوچن گڈھ کے نام سے مشہور ہے یہ موضع سیملے چوہان کے قریب ہے اس کو بوچن بیگ نے بنوایا تھا تیسری گڈھی سمت ۱۷۶۹ بکرمی میں دارا خاں روہیلہ نے موضع نولائی میں تعمیر کرائی تھی، چوتھی گڈھی کچی عمارت کی شکل میں جیت پال ٹھاکر

نے موضع کوڑہ میں بنوائی تھی یہ چاروں گڑھیاں عہد ریاست میں ہی ویران تھیں۔

تعمیر جدید میں دو حویلیاں پختہ یادگار ہیں۔ اول حویلی سیٹھ گردھاری لال، دوسری حویلی ساہوکار رام رتن کی، اس پرگنہ میں دو باؤڑیاں قابل یادگار ہیں، ایک موضع مغیث پور میں کہ سمت ۱۸۰۱ بکرمی میں اس کی بناڈالی گئی تھی جو سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں بعہد محمد شاہ بادشاہ تعمیر ہوئی۔ چنانچہ یہی سمت اس پر کندہ ہے۔ دوسری باؤڑی موضع کڑودیا میں واقع ہے اس پر یہ عبارت بخط ہندی کندہ ہے۔

''سمت ۱۸۱۷ بکرمی وساکھ (۱۶۸۳) ماگھ ۵۔ بروز شنبہ۔ باؤڑی تیار ہوئی''۔

اس پرگنہ میں کوئی میلہ مقرر نہیں ہے اس سے پہلے یک روزہ میلہ زیارت گاہ سالار غازی ہر ماہ بیساکھ سدہ ۵ پونوں میں ہوتا تھا۔ ایک پندرہ یومیہ میلہ بیرون قصبہ ماہ بیساکھ میں ہوتا تھا۔

اس پرگنہ میں مارواڑ میسری اور اگروال واوسوال رہتے تھے اور افیون کی خرید وفروخت اور بورگت کرتے تھے۔ سرکار میں منوتی اور ضمانت دیگر آسامی کی جانب سے رقم قسطوں میں ادا کی جاتی تھی۔ اس پرگنہ میں تین دفاتر تھے، پہلا دفتر قانون گوئی، دوسرا چودھراہٹ، تیسرا پھڑ نویس۔ اس پرگنہ میں زرِ مال گذاری سکہ اندور اُجین ادا کیا جاتا تھا۔ بادشاہان مغلیہ کا سکہ سمت ۱۷۸۴ تک جاری رہا اور سکہ بوندی سمت ۱۷۵۸ سے سمت ۱۹۱۵ تک چلا اور سکہ اندور و اجین میں سمت ۱۹۱۶ سے رائج تھا جو عہد ریاست میں بھی مروج رہا۔ اس سکہ پر ایک جانب...... روپیہ سکہ اجین پر یہ عبارت کندہ تھی:

''علی حامی دین محمد شاہ غازی'' دوسری جانب ''سن جلوس میمنت مانوس''۔

روپیہ سکہ اندور پر ایک طرف صورت سورج کی تھی اور دوسری طرف لفظ بادشاہ مضروب تھا۔ ان دونوں سکوں کا وزن گیارہ گیارہ ماشہ تھا۔ اس پرگنہ میں ٹکسال نہیں تھی۔ سمت ۱۷۸۵ بکرمی میں سیر کا وزن ۸۳ کلدار تھا، سمت ۱۹۴۰ بکرمی میں ۸۰ روپیہ کلدار کا رائج ہوگیا۔

اس پرگنہ کے قصبہ اور دیہات میں تقریباً ۱۷ باغات تھے ان میں سے تین باغ بڑے تھے اور ۱۴ چھوٹے۔ ان میں ایک باغ سرکاری تھا۔ یہاں کے باشندگان اکثر گندم گوں اور وسط قد اوسط اندام تھے جفاکش اور محنت پسند بھی تھے، اس پرگنہ میں دس گاؤں بڑے ہیں باقی چھوٹے۔

(حدیقۂ راجستان {تاریخ ٹونک})، صفحہ ۴۱-۳۷)۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں ٹونک کی تہذیب وثقافت

ریاستی عہد میں اس شہر ٹونک میں مختلف قومیں رہائش پذیر تھیں۔ان میں غیر مسلم حضرات کی تعداد زیادہ تھی۔یہاں ہندو اور مسلمانوں کے میلے اکثر ہوتے تھے۔ہندوؤں کے تیوہاروں پر جو میلے بجتے تھے ان میں ہریالی اماوسیہ، تیج، گنگور، گیارس اور جل جھولنی وغیرہ کے میلے مشہور تھے۔بھادوں کے مہینے میں پکے بندے اور ندی کے کنارے نوغزے پر ہر جمعرات کو میلا ہوتا تھا۔ان میلوں میں ہندو مسلمان اور دیگر اقوام کے باشندگان شریک ہوتے تھے۔یہ میلے قومی یک جہتی اور گنگا جمنی تہذیب کے مرقعے اور منظر پیش کرتے تھے۔برسات کے موسم میں پکے بندے اور کچے بندے اور نوغزے بابا پر سہانا موسم ہوتا تھا۔لوگ تفریح اور پکنک مناتے اور گوٹیں کرتے تھے۔پکے بندے پر بندے کے کنارے ایک کوٹھی بنی ہوئی ہے۔اس کے قریب برگد کے گھنے درخت تھے جواب ختم ہوتے جارہے ہیں۔ساون بھادوں میں مینھ کی جھڑی کے ساتھ ان برگدوں پر جھولے ڈالے جاتے تھے۔ٹونک کے باشندگان میں امیر وغریب بھی ان میلوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔کھیل کود اور چار بیتوں کے پروگرام چلتے رہتے تھے۔عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی تقریبات ریاست میں بڑے زور وشور اور تزک واحتشام کے ساتھ منائی جاتی تھیں۔تیوہاروں کے ان موقعوں پر یہاں کے باشندگان مرد عورتیں نئے نئے لباس پہنتے تھے۔ایک سہانا منظر پکے بندے پر نظر آتا تھا۔بندے کے لبالب بھر جانے پر اس کا پانی ندی میں گرتا تھا۔یہ چادر چلنا اور پانی کا گرنا، پہاڑوں کے دامن میں ہریالی ہی ہریالی کا ہونا، ایک عجیب قسم کا منظر پیش کرتا تھا، لوگ اس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔اس طرح ہندوؤں کے تیوہار ہولی، دیوالی، تیج اور راکھی (رکشا بندھن) وغیرہ بڑی آب وتاب کے ساتھ منائے جاتے تھے۔

عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کے موقعوں پر نواب صاحب کی سواری کا جلوس دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔نواب صاحب اس جلوس کے ہمراہ عید گاہ تشریف لے جاتے، دونوں عیدین کے جلوس کی ریاست میں ایسی دھوم ہوتی تھی کہ پورے ہندوستان میں ریاست ٹونک کی عید کی سواری مشہور ومعروف ہوگئی تھی۔عید کی نماز عید گاہ میں ہوتی تھی۔چونکہ یہ جلوس نہایت شاندار اور یادگار ہوتے تھے ان کے مناظر کو دیکھنے کے لئے ہزاروں لوگ شہر کے

باشندگان اور دوسرے مقامات سے آئے ہوئے لوگ مسلم اور غیر مسلم راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو جاتے، بازار کے مکانوں اور دوکانوں اور ان کی چھتوں پر لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ سڑکوں پر بھی باشندگان نواب کو دیکھنے اور ان کا استقبال کرنے کے لئے جوق در جوق اور بصد ذوق وشوق دیوانہ وار کھڑے رہتے تھے۔

یہ جلوس اس شکل سے ترتیب دیا جاتا کہ سب سے پہلے ایک ہاتھی پر ریاست کا نشان سجایا اور سنوارا جاتا تھا۔ یہ نشان ریاست کا جھنڈا تھا جس میں سبز وسفید پٹیاں لہراتی ہوئی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں۔ جلوس میں سب سے آگے ہمیشہ یہی جھنڈا (نشان) رہتا تھا۔ اس نشان کے ہمراہ شتر سوار ہوتے، ریاست کے نشان کی پشت پر ریاست کے توپخانے ہوتے۔ توپیں نہایت سلیقے سے توپ گاڑیوں پر رکھی ہوتی تھیں۔ ان گاڑیوں میں بیل جتے ہوتے تھے۔ ایک ایک توپخانے کی طرف سے چھ چھ توپیں اس جلوس میں شامل ہوتی تھیں اور ان ہی کے ہمراہ چھ چھ پٹیاں ساتھ ہوتی تھیں جن میں توپوں کا سامان حرب و جنگ برائے نمائش بھرا رہتا تھا۔ توپخانے کے پیچھے ایک رسالہ سواروں کا ہوتا تھا جس کی پشت پر نواب صاحب کی سواری ہوتی تھی۔ نواب صاحب کی سواری کے پیچھے اہل خاندان کی سواریاں ہوتی تھیں۔ نواب صاحب کی سواری میں چند پالکیاں اور چند ہوادار ہوتے تھے، چند بگھیاں اور موٹریں بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ اہل خاندان اونچی اونچی پالکیوں میں سوار ہوتے تھے۔ یہ بگھیاں اور پالکیاں ایسی ہوتی تھیں جن میں بعض میں چار چار گھوڑے اور بعض میں دو دو گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ ان بگھیوں اور پالکیوں کے ہمراہ چند کوتل گھوڑے ہوتے تھے۔ چاندی سونے کے زیورات اور زریں سامانوں سے مزین یہ گھوڑے زرق و برق سجے سنورے نواب کی سواری کے ہمراہ چلتے تھے۔ اس کے بعد ریاستی بینڈ ہوتا تھا۔ ہر ایک بینڈ میں تقریباً پچاس افراد شامل رہتے تھے۔ بینڈ کے بعد ریاستی پلٹن ہوتی تھی جو مع وردیوں، بندوقوں اور دیگر فوجی ساز وسامان کے مسلح انداز میں قواعد کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ ریاست کی اس فوجی پلٹن کے پیچھے قلعہ معلیٰ پر مامور قلعہ کا بیڑا ہوتا تھا۔ ان بیڑے والوں میں سے کسی کے ہاتھ میں بندوق ہوتی کسی کے ہاتھ میں زریں پرچم ہوتے۔ انہیں کے ہمراہ شہنائی اور نوبت والے بھی ہوتے تھے اور نواب صاحب خود کبھی بگھی میں کبھی پالکی میں کبھی ہاتھی پر کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے۔ کبھی کبھی زریں پالکی میں بھی سوار ہو جاتے جس کو آٹھ لوگ کاندھوں پر لئے ہوئے چلتے تھے۔ نواب صاحب جہاں جس سواری میں ہوتے آپ کے دائیں بائیں چنور ہلائے جاتے اور مورچھل جھلے جاتے تھے۔ نواب صاحب کی سواریوں کے پیچھے ریاست کے ملازم اردلی اور چوبدار چاندی سونے کی جھڑیاں لئے ہوئے ساتھ ساتھ رہتے اور حکم کے منتظر بھی۔ ان کے ہمراہ بہت سے نقیب بھی ہوتے تھے۔ اردلی خاص کے لوگ چاق وچوبند اپنی ڈریس اور

پوشاک پہنے ہوئے ہتھیار بند نواب صاحب کے اردگرد ہوتے۔نواب صاحب کی سواری کے بعد ان کے خاندان (خاندان امیریہ) کے اصحاب گھوڑوں پرسوار، کمر بندھی ہوئی اور ہتھیار بند ہوتے تھے اس کی پشت پر ایک اور فوجی رسالہ ہوتا تھا اس رسالے کے پیچھے ریاستی ہاتھی ہوتے تھے جن کی زرین جھولیں اور جن کے ہودے چاندی سونے یا اس کے کام کے ہوتے تھے۔

اس طرح آراستہ وپیراستہ نواب کی عید کی سواری کا یہ جلوس دھیرے دھیرے قلعہ معلیٰ سے عید گاہ کی طرف روانہ ہوتا تھا۔ جب نواب صاحب عید کے دن نہاتے تو قلعہ سے توپ داغی جاتی، جب سوار ہوتے تو توپ داغی جاتی۔ یہ توپیں اعلانیہ کے طور پر داغی جاتی تھیں تاکہ عوام الناس اور باشندگان ٹونک کو اطلاع ہو جائے کہ نواب صاحب روانہ ہو چکے ہیں اور عید کی نماز سے قبل لوگ نماز کے وقت سے پہلے عید گاہ پہنچ جائیں۔نماز کے اختتام پر توپیں داغی جاتیں اور واپسی میں اس طرح یہ جلوس آہستہ آہستہ عید گاہ سے قلعہ امیر گڑھ (قلعہ معلیٰ) پر آتا۔

چونکہ یہ جلوس بازار سے گذر کر عید گاہ جاتا تھا اس لئے نواب کے استقبال کے لئے بازاروں میں لوگ اپنی اپنی دوکانوں کو سجاتے سنوارتے تھے۔عیدین کے جلوس پر بازار کی دوکانوں کی لوگ قلعی ومرمت کرایا کرتے تھے۔

(تذکرۂ ٹونک)

ریاستی عہد میں یہاں جو سواریاں مستعمل تھیں ان میں بگھیاں جن میں گھوڑے جوتے جاتے تھے، گھوڑوں اور بیلوں کے تانگے، بہلی اور بیل گاڑیاں مستورات کی سواری کے لئے یہ بیل گاڑیاں ایسی ہوتی تھیں جن پر چاروں طرف پردہ ہوتا تھا اور بیل جوتے جاتے تھے۔اس طرح تانگا وغیرہ اور اونٹ گاڑی اور بیل گاڑی وغیرہ میں باربرداری کا سامان لادا جاتا تھا۔گدھوں اور خچروں سے بھی باربرداری کا کام لیا جاتا تھا۔اعلیٰ سواری کے لئے رتھ کا استعمال ہوتا تھا۔گھوڑے، اونٹ اور ہاتھی کی سواریاں بھی رائج تھیں۔ان سواریوں کے علاوہ ہوادار پالکی پنیس بھی سواریاں تھیں جن کو بھوئی اور کہار اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلتے تھے۔ایک پالکی پر آٹھ آٹھ کہار یا بھوئی تک ہوتے تھے۔

ریاستی عہد میں شہر ٹونک کا پہناوا مسلمانوں میں کرتا، قمیص، پائجامہ، اچکن، شیروانی، چوغہ، سروں پر دوپٹہ، رومال، سیلا اور مندیل ہوتا تھا اور کئی قسم کی ٹوپیاں مثلاً ترکی، ایرانی، گول ٹوپی، ٹپاری، زریں، کشن نما، زریں مخملی رامپوری وغیرہ استعمال ہوتی تھیں۔بعض حضرات کوٹ اور برجس بھی پہنتے تھے اور انگریزی ٹوپی لگاتے تھے۔اس طرح پاؤں میں بوٹ، گرگابی اور سلیم شاہی وجے پوری جوتے پہنے جاتے تھے۔تقریباً یہی پہناوا غیر مسلموں میں بھی تھا صرف دو تین لباس کا فرق تھا۔غیر مسلم دھوتی اور پائجامہ پہنتے تھے اور چھوٹا کوٹ جسے بکتری

کہتے تھے پہنے جاتے تھے۔ بعض اچکن اور شیروانی پہنتے تھے بعض بکتری ہی پہنتے تھے۔ یہاں کے باشندگان میں مہاجن بنئے بقال وغیرہ اکثر لوگ پگڑی باندھتے تھے۔ زنانہ لباس میں غرارہ، پائجامہ دوپٹہ، کرتا کمری واسکٹ ساڑی وغیرہ اس طرح گھا گھرہ لہنگا اور اوڑھنی کانچلی وغیرہ پہنا جاتا تھا۔ (تذکرہ ٹونک)

جو لباس ریاستی عہد میں پہنے جاتے تھے اور گھروں میں استعمال ہوتے تھے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

غرارہ، شلوار، تنگ پاجامہ (اور یب پاجامہ) قمیص، کرتہ، دوپٹہ، جامہ، صافہ، شیروانی، اچکن، تلک، سرگہ، مندیل، شال، چوغہ، روئی کی کمری، سینہ بند، انگرکھا، کوٹ، مرغل رضائی، چادرہ، دوشالہ، دہر، کروشیے کی چادر، بنیان، ازار بند، موباف، خوان پوش، تورے پوش، جزودان، تلے دانی، سرمہ دانی، چھالیا کا کپڑا، رومال، بٹوا، تکیہ اور اس کا غلاف، گاؤ تکیہ، چاندنی، جازم، چادر، حنابند، ٹیکے، سہ بند، ٹوپا، ٹوپے، ٹوپیاں، نمگیرہ، مسند، جائے نماز، مصلیٰ، پگڑی، وغیرہ قالین دری کا فرش، گدیلا، گبا، ڈوریا، سوزنی، گل تکیہ وغیرہ۔

جن کپڑوں سے مندرجہ بالا لباس اور پوشاکیں اور پہننے اوڑھنے کی اور گھر میں استعمال کی جو اشیا بنائی جاتی تھیں ان کے نام بھی مندرجہ ذیل ہیں:

کم خواب، انار دانہ، پوتھ، اطلس، چکن، تمامی، جالی، سیفون، جارجٹ، دبیز، (موٹا چکنا کپڑا) مشرو، (اطلس جیسا دھاری والا کپڑا اس سے لحاف گدیلے وغیرہ بنائے جاتے تھے)، ساٹن، کریب، ریشمی تن زیب (مل مل کی طرح دوپٹے بنائے جاتے تھے)، بناری کپڑے، مخمل، لوس (دوپٹہ بنتے تھے)، اولا جالی، (کرتے اور قمیص بنتے تھے) گلشن جالی، (اس جالی میں پھول بنے ہوتے تھے اور کرتے اور قمیص بنائے جاتے تھے) نینون (دوپٹے بنتے تھے) نین سکھ، چھینٹ، دریز وغیرہ۔ مندرجہ بالا لباس میں گوٹے وغیرہ کا کام بھی کیا جاتا تھا۔

ریاستی عہد میں یہاں گوٹے کی مندرجہ ذیل قسمیں تھیں۔

لچکا، جواب، گوکرو، بنت، کرن، مقیش، سکھیا، جھکیا، پلو، چمپا وغیرہ۔

ریاستی عہد میں جو زیورات یہاں استعمال ہوتے تھے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سر کا زیور: جھومر (آدھے سر کا)، جھومر (پورے سر کا)، ٹیکہ لڑیوں کے جھیلے، چکلے جھیلے، سراسری، چکمل کے جھیلے، اگلے جھیلے، سرپیچ مالا وغیرہ۔

۲۔ گلے کا زیور: ٹھسی جڑاؤ، ٹھسی (طلائی) گلوبند، چیل پٹی، ست لڑا، جگنو جڑاؤ، ست لڑے کے ساتھ گلے میں پہننے کا کنٹھہ، ٹیپ، مالائے مروارید (موتیوں کی مالا)، چین (طلائی) گنڈا، قمیص کے بٹن وغیرہ۔

۳۔ کانوں کا زیور : کرن پھول جھمکے جڑاؤ، جھمکیاں (طلائی) پتے جڑاؤ، بھولے (طلائی)، بالیاں، مرکی، بالے، جھمکی اور جھمکوں کے ساتھ پہننے کی باگیں وغیرہ۔

۴۔ ناک کا زیور: نتھنی جڑاؤ، نتھنی (طلائی) لونگ۔

۵۔ ہاتھوں کا زیور: ہتھ پھول، مگر (بازو پر باندھتے ہیں) اِنگے، جڑاؤ کڑے، بلدار کڑے (طلائی)، جالی دار کڑے (طلائی)، کنگن (طلائی)، پہنچیاں، دست بند، بچھلیاں، گجرے، بازو میں جوشن اور نو نیگ، انگوٹھی (طلائی)، انگوٹھی جڑاؤ، چھلے چاندی کے (گھنگھرو والے)، آرسی، بازو بند۔

۶۔ پاؤں کا زیور : پگ پھول مع چھلے، بیچھل، پازیب، لنگر، توڑیاں، گفے، گجرے، نیواریاں، چوہے دتیاں جھانج اور کڑیاں، پھول پنگڑیاں، بانکیں، لونگ، نیکڑیاں، پولے کڑے، چوڑیاں رجھول وغیرہ۔

ریاستی عہد میں جو برتن اور دیگر اشیاء یہاں استعمال کیے جاتے تھے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

دیگ، دیگچہ، دیگچی، ہنڈے، کلسا، لگن، لگنیاں، کڑھائی، کڑھاؤ، توا، چمٹا، پھکنی، طشت، سلاپچی، لوٹا، ڈونگا، سرپوش، تھالی، کٹورا، ہاشتی، رکابی، گلاس، صراحی، گھڑونچی، لشکن، پانوں کی گول ڈبیا، سرپوش، پانوں کی چاندی کی ڈبیا، قاب، پاندان، گلدان، اگال دان، تھال، خوان، کشتی، ٹفن، سٹ، چمچہ، قاشوقہ، جگ، جھارا، کرچھا، آتش دان، اگردان، انگیٹھی، سگری، اٹھاؤ چولہا، طباق، طشلہ، کھرچنا، کرچھی، آفتابہ (لوٹا) کٹورا، کٹوری، چنگیر، عطردان، قوام دانی، کتھے چونے کی کلیاں، کتھا چونا لگانے کی چمچیاں (چاندی)، کان کریدنی، خلال (چاندی)، تخت، چوکی، پٹھلہ، کوٹھی (اناج کی)، کوٹھی (آٹے کی)، ترازو باٹ، گنجینہ، سل بٹہ، پن کٹی، ہاون دستہ، نعمت خانہ، بالٹی مگ، سماوار، قینچی، چھری، چاقو، سروتا، سروتیا، خاصدان، پانوں کی تھالی، چھپر کھٹ، چھپر کھٹ کی مسہری، پلنگ، موڑھا (لوہے کا) کرسی (لوہے کی) صوفہ، بینچ، (ٹیبل)۔

ریاستی عہد میں جو ہتھیار استعمال کیے جاتے تھے ان کے نام حسب ذیل ہیں:

بندوق، طمنچہ، ڈھال تلوار، چھرا، چھری، بانک، چاقو، بلم، سنگین، تیر، کٹار، گپتی، گجراتی، رامپوری، پنجہ، تبر، پیش قبض، تیشہ، وغیرہ تھے، بندوقوں میں کارتوسی بندوق، پٹاکے دار بندوق، توڑے دار بندوق ہوتی تھیں۔ اکثر دیہاتی لوگ لٹھ بھی استعمال کرتے تھے۔

ریاستی عہد کے کھیل تماشے: ریاست دور میں جو کھیل اور تماشے یہاں ہوتے تھے ان میں غلام لکڑی، آنکھ مچولی، اندھا بھیسہ، اگی دگی، ستولیہ، کلی کلی کا نٹا، لنگڑی ٹانگ کا کھیل، گھوڑی کچی کہ پکی، انٹے، بھوریہ، ٹول بھورا،

جال جھپٹ، رسّی کود، رسّا کشی، پچھٹے، چمپو، چوسر، گلی بلاّ، عالم جی کا آلام کوڑا، تھرو بائی تھرو، تعلیمی تاش، شطرنج، کشتی (ہر ہفتہ کشتی کے دنگل ہوتے تھے۔ یہاں کئی اکھاڑے تھے۔ اس کشتی دنگل میں ایک اکھاڑے کا دوسرے اکھاڑے کے پہلوانوں سے مقابلہ ہوتا تھا)، کرکٹ، والی بال، فٹ بال، ہاکی، کبڈی (ایک الگ کبڈی پکّے بندے کے میلے میں کھیلی جاتی تھی)، پٹے بازی، بنوٹ بازی، کبوتر بازی، بٹیر بازی، مرغ بازی، تیتر بازی، گھوڑ دوڑ، خربوزے کا لڑانا، تانگا دوڑ، موٹر دوڑ، مرغ اور تیتر کی لرائی، پتنگ بازی، شعبدہ بازی کا تماشا، جادو منتر کا تماشا، ریچھ بندر کے تماشے، کٹھ پتلی کا تماشا، ناٹک، چار بیت، بیت بازی، نوبت بجنا وغیرہ ہوتے تھے۔

کھانوں کے نام: دستر خوان، قورمہ (یہ بڑی بڑی تانبے کی دیگوں میں بنایا جاتا ہے)، روٹی (تنور)، بریانی، فیرنی، زردہ، متنجن، مزعفر، دو پیازہ، بھنا، پسندے، کلیجی، پائے، قیمہ، کباب، سیخ کباب، شامی کباب، بھیجا، شامی کوفتے، نرگسی کوفتے، گوبھی گوشت، خرفہ گوشت، میتھی پالک گوشت، شلغم گوشت، میتھی گوشت، مرچ قلیہ، انڈے کی ٹکیا، آلو انڈے، خاگینہ، بھرتہ، چنے کی دال کے کھنڈیاں (بیسن کی بنائی جاتی تھیں)، دہی بڑے، دہی پھلکیاں، املی کا پنا، خربوزہ کا پنا، ستو (جو کا) ستو (گندم کا)، رمضان میں افطاری پر چنے کی گھونگنیاں، میتھی پالک کی بھجیا، بتھوے کی بھجیا، گاجر سینگری، بینگن ٹماٹر، کباب، گلتھی، گاجر کا حلوہ، آل کا حلوہ، آلو کا حلوہ، کدو کا حلوہ، قلاقند، ربڑی، انڈے کا حلوہ، دال گوشت، حلیم، دلیا، مٹر پلاؤ، مسور پلاؤ، سفید مرچ کا گوشت، کالی مرچ کا گوشت، مرغ پلاؤ، دل بھجیا، آلنی، املی گڑھ کی چٹنی (میٹھی چٹنی)، پودینہ کی چٹنی، پودینے کی سادہ چٹنی، تھولی، دلیا، کھچڑی، چھاچھ رابڑی، مکا کا دلیا، جوار کی کھچڑی، باجرے کی کھچڑی، چورما باٹی، دال ماپوڑے، شیرہ پوڑی، پوری دال، کھیر پوری، گل گلے پوری، کڑی، کھاٹا، شیر مال، ادرک کا حلوہ، بیسن کا حلوا، گوند کا حلوا، بھنڈی، ہری مرچ، آل گوشت، کھیر، وغیرہ وغیرہ۔ بڑی محافل میں بڑے بڑے دستر خوان جو سرخ و سفید ہوتے تھے۔ کھانوں میں دستر خوان کی بھی بڑی اہمیت تھی۔ کھانے کے لئے پہلے دستر خوان بچھتا تھا پھر سلابچی میں ہاتھ دھلوائے جاتے تھے۔ خاندان کے سبھی افراد ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ فیرنی کی مٹی کی ڈھوبریاں، مٹی کا سوندھا پن کھانے کی لذت کو دونا کر دیتا تھا۔ رمضان کے مہینے میں آبخوروں کی سبیل بنائی جاتی تھی۔ گرمی کے زمانے میں خس کی ٹٹیاں لگائی جاتی تھیں اور فرشی پنکھے بھی لگائے جاتے تھے

ریاست ٹونک میں عام طور پر چار دربار تو ضرور ہوتے تھے۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ، سالگرہ ملک معظم اور سالگرہ حضور انور (نواب صاحب بہادر) ان کے علاوہ ضرورت پڑنے پر یا کسی اور اہم وجہ سے بھی دربار منعقد کئے

جاتے تھے۔

عیدین اور سالگرہ کے دربار میں معززین شہر، صاحبزادگان واہل خاندان، جاگیرداران واہلکاران نواب صاحب کو نذریں پیش کرتے تھے اور دربار کا طریقہ اس طرح تھا کہ نواب صاحب بہادر دیوان خانۂ قلعۂ معلیٰ میں تشریف فرماتے تھے اور گدی پر نشست ہوتی تھی۔ زمین کے ایک بالشت اونچی اس مسند پر زردوزی کے کام کی مخملی زریں چادر بچھائی جاتی تھی اور زردوزی کے کام کا مخمل کا گاؤتکیہ اور دو تکیہ زریں سیدھے اور الٹے ہاتھ پر رکھے جاتے تھے۔ اس مسند کے چاروں کونوں پر چوبیں گنگا جمنی نصب کی جاتی تھیں۔ انہی گنگا جمنی چوبوں پر زریں مخملی چادریں تانی جاتی تھیں۔ اس زردوزی کے کام کی چھت کے نیچے گدی پر تکیوں کے سہارے نواب صاحب جلوہ افروز ہوتے تھے اور تمام دیوان خانہ میں چاندنی کا فرش ہوتا اور اس کے بیچوں بیچ سرکار کی نشست ہوتی تھی۔ صاحبزادگان، اہل خاندان، جاگیرداران، معززین شہر واہلکاران کی نشست پہلے سے مقرر ہوتی تھی جس پر حسب مراتب لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا۔ دربار میں ہر شخص مؤدب اور باادب نظر آتا تھا۔ نواب صاحب کے سامنے چوبدار سونے چاندی کی چھڑیاں ہاتھ میں لئے کھڑے ہوتے تھے۔ نواب صاحب کی پشت پر نواب صاحب کے خدمتگاران اپنے اپنے کام میں مشغول رہتے تھے جو نواب صاحب پر چنور اور مورچھل ہلاتے رہتے تھے۔ اہل دربار کی طرف سے نواب صاحب بہادر کی خدمت میں نذریں پیش ہوتی تھیں (علی حسب مراتب) اس کا طریقہ یہ تھا کہ درباریوں میں سے ایک ایک شخص نواب صاحب کی نشست کے قریب حاضر ہو کر سلام عرض کرتا تھا اور نذر پیش کرتا تھا اور الٹے قدموں سے چار پانچ قدم چل کر نہایت ادب کے ساتھ اپنی نشست پر بیٹھ جاتا تھا، نذریں گزران کے وقت ریاستی توپخانوں سے توپیں داغی جاتی تھیں۔ سالگرہ کے دربار میں جملہ اہل دربار پیلے یا زرد لباس پہنتے تھے اور دیوان خانے کے دروازے پر نقارے اور شہنائیاں بجتی رہتی تھیں اور توپیں بھی سالگرہ کے دربار میں زیادہ چلتی تھیں۔ ملک معظم کی سالگرہ دربار میں نواب صاحب اور دیگر حاضرین کی نشست فرش کے بجائے کرسیوں پر ہوتی تھی۔ نواب صاحب گنگا جمنی کرسی پر جو زریں پوش ہوتی تھی رونق افروز ہوتے تھے اور تمام حاضرین درباری سلیقے اور طریقے سے حاضر رہتے تھے۔ نواب صاحب تقریر فرماتے اور ملک معظم کے لئے دعائیہ کلمات کہے جاتے۔ نواب صاحب کی تقریر کے بعد ملک معظم کو شاہی سلامی دی جاتی تھی جس میں ریاستی بینڈ بجتے تھے اور ایک سو ایک توپ سلامی کی سر کی جاتی تھیں۔ اس وقت تمام حاضرین دربار کھڑے رہتے تھے اور شاہی سلامی کے بعد بیٹھتے تھے۔ نواب صاحب کی طرف سے جملہ درباریں کو عطر ہار اور پان کے بیڑے دیے جاتے اور دربار برخاست کر دیا جاتا تھا۔ قیصر ہند اور نواب صاحب کی

سالگرہوں پر جیل کے کچھ قیدیوں کو بھی رہا کیا جاتا تھا۔عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نذریں تین یوم تک ہوتی تھیں۔اول دن اہل خاندان صاحبزادگان دوسرے دن اہلکاران اور تیسرے دن اہل فوج کی نذریں ہوتی تھیں۔بقیہ درباروں میں نذریں صرف ایک ہی دن ہوتی تھیں۔اہل دربار کی پوشاک بھی خاص ہوتی تھی۔سر پر پگڑی بندھی ہوتی تھی۔سر پر سیلہ یا مندیل ہوتا تھا۔سیلے میں پلوؤں کی کوریں زریں ہوتی تھیں۔مندیل کے پلوؤں کی کوریں اور بیچ کی لکیریں بھی زری دار ہوتی تھیں اور جسم پر شیروانی، چوغہ، پائجامہ، کمر پر پیٹی اور پرتلہ اور تلوار ہوتی تھی۔شیروانی یا چوغہ یا تو سفید ہوتا تھا یا پھر کسی اچھے یا عمدہ کپڑے کا ہوتا تھا۔

(تذکرۂ ٹونک مصنفہ صاحبزادہ عبدالتواب خاں صاحب ہوم ممبر ریاست ٹونک مخطوطہ اے پی آر آئی ٹونک)

ریاست میں رعایا کی طرف سے نواب صاحب بہادر کی خدمت اقدس میں سپاس نامے منظوم و منثور پیش ہوتے تھے اور رئیس ریاست کی طرف سے اہل خاندان و معززین شہر اور اہل کاران ریاست کو خطابات، اعزازات، جاگیریں اور پروانہ خوشنودی دیے جاتے تھے۔

☆☆☆

(جڑاؤ) کرن پھول جھمکے

بالی
پازیب
پہنچی

جھمکیاں

جھمکیاں

باگیں

جھمکیاں

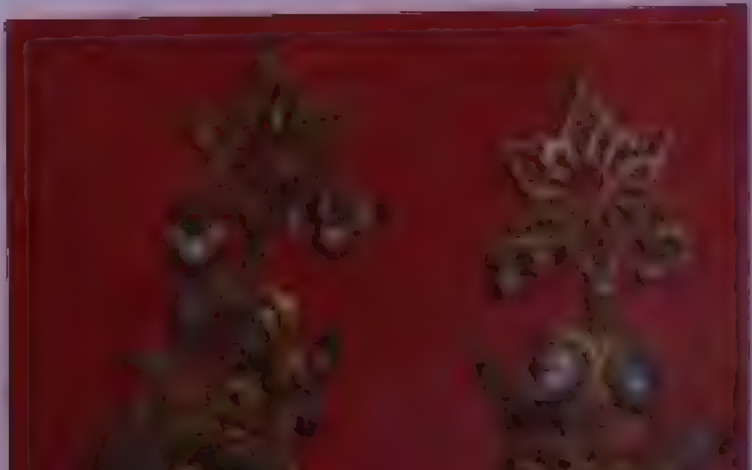

جھمکیاں

جڑاؤ ایرن

کڑے (بلدار)

کڑے (پولے)

کڑے جالی دار

نتھنی

قمیص کے بٹن

ٹیکا

سچے موتیوں کا ہار و ایرن

موتیوں کا جڑاؤ ہار

جگنو

بازو بند

ٹھسی

جڑاؤ نکلس و ٹیکہ

نکلس سیٹ

ہار یاقوت

موتی اور پتے کا ہار

تسبیح زہر مہرہ

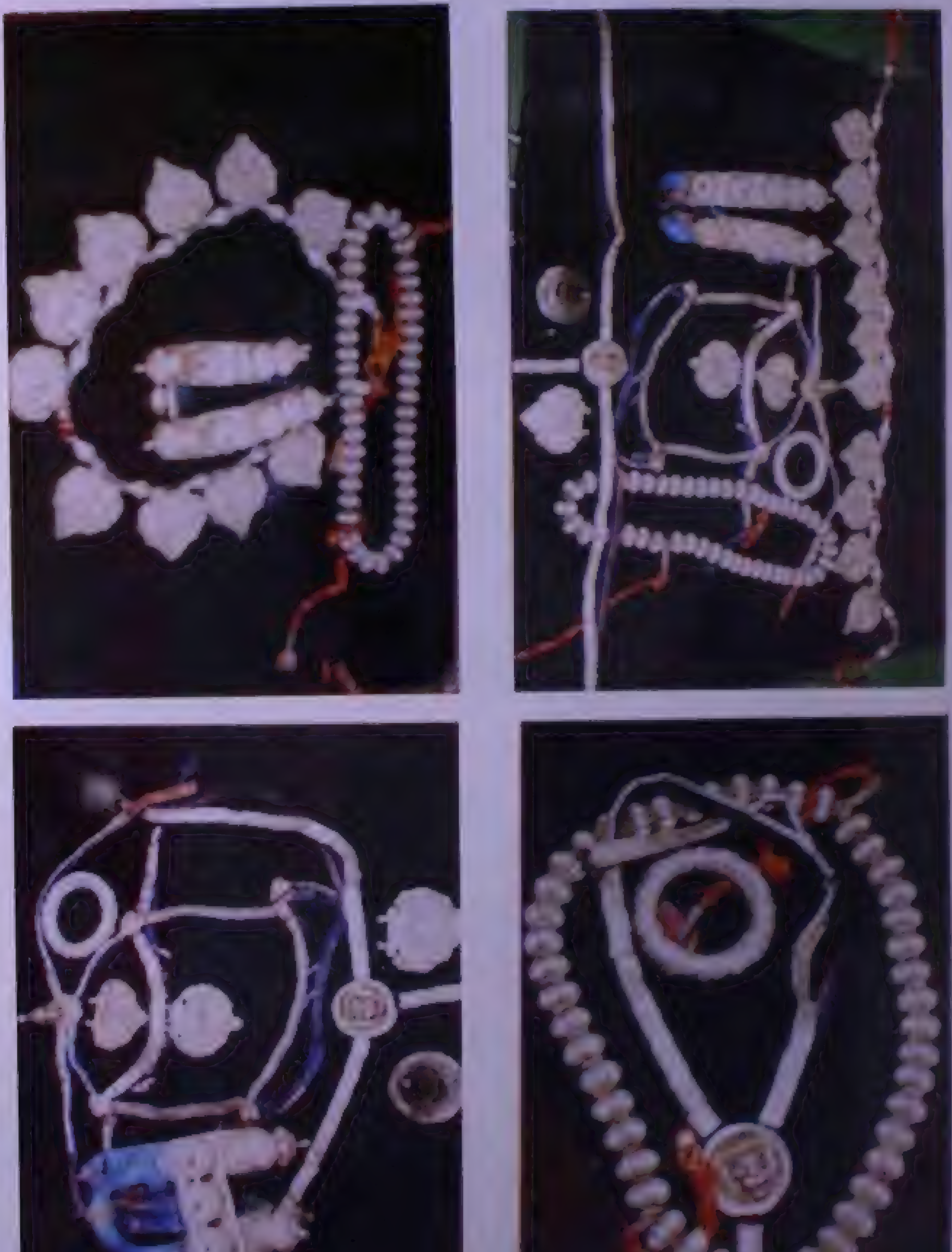

گھوڑے کا سونے چاندی کا زیور

ریاستی عہد کی مختلف قسم کی بندوقیں و طمنچے

ریاستی عہد کی مختلف تلواریں

مختلف قسم کے چھرے

کوئنس جوبلی پلیٹ ۱۸۸۷ء

ڈھالیں

ہاتھی دانت کے پھل والا چاقو

بانک

پنجہ

بنکی

چاقو

سونے کے کام کا سروتہ

مختلف انداز کے سروتے

نواب امیر خاں کا جامہ

جامہ
کمخواب کا پانجامہ
لچکے چھڑیوں کا دلہن کا دوپٹہ

ترکی ٹوپی

روئی کا کوٹ

روئی کی کرتی

شرارہ

غرارہ

مختلف قسم کے دوپٹے

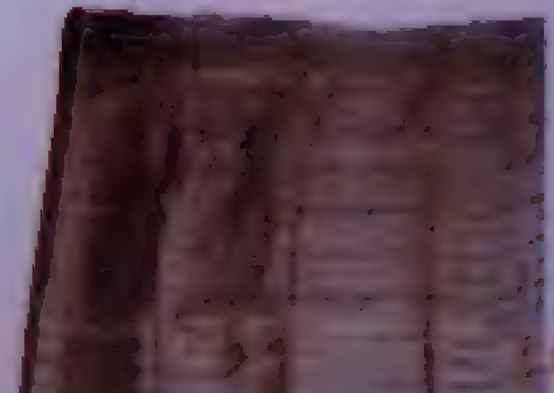

سیلا

پوت کی شیروانی

بچوں کے پہننے کا سلوکا

پوت کا قمیص (سلک)

قمیص چارکلی

پوت کی واسکٹ

ماہی پشت کے جال کا کرتا

خوان پوش
موباف
خوان پوش
بٹوا کارچوبی
خوان پوش
گاؤ تکیہ
گلاس پوش
پنکھا
کسنا
کسنا
پاندان پوش
کسنا
جزودان
جزودان

ریاستی عہد کی بساط شطرنج

ریاستی عہد کے چاندی کے برتن

ریاستی عہد کا چاندی کا پاندان

ریاستی عہد کی پانوں کی تھالی (چاندی)

خاصدان

ریاستی عہد کے کانچ کے برتن

ریاستی عہد کے چینی کے برتن

چین گھڑی
پیالہ زہر مہرہ
سیپ
جیب گھڑی
سیپ کھرل
کھرل پتھر

ریاستی عہد کا نقشین لوٹا، گلاس، کٹورہ

ریاستی عہد کے مختلف قسم کے ظروف (برتن)

طباق
کٹوردان
قاشق
لوٹا
ڈونگا
دھوئی دان
باٹی
چمٹا، پھکنی
اگالدان
لوٹا نقشین
رکابی
خاصدان
سلاپچی
پاندان
سٹ

چاندی کی ڈبیہ

چاندی کی ڈبیہ

ڈبیہ نسوار

ڈبیہ جنان

[illegible] چاندی کی ڈبیہ

نقشین ڈبیہ

نقشین ڈبیہ

چاندی سے آراستہ پیتل کی ڈبیہ

نقشین ڈبیہ

پاندان

سرپوش
تھالی
جگ گلاس پتھر کے
سونے و مینا کے کام کے گلدان
نقشین گلاس
پھولوں کی چنگیر

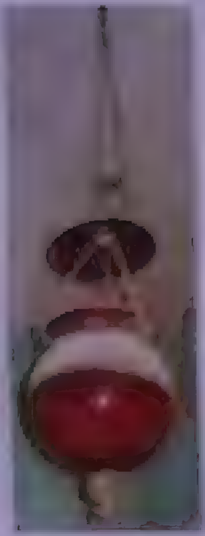

لیمپ

گراموفون (پٹنے کا باجا)

ٹیلیفون مع ٹائم پیس

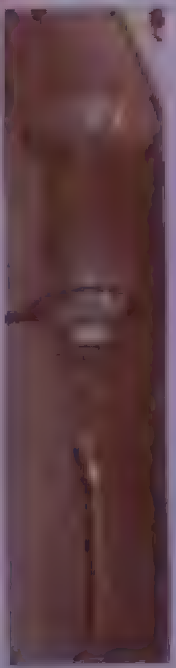

تالے

آبخورے رکھنے کا لگن

گھنٹے

لیمپ

تھرمس

لیمپ

دلہن کی پینس

چھپر کھٹ

فرشی پنکھا

ریاستی عہد کی کنگھیاں

''ستارہ ہند'' چہار بیت پارٹی، کالی پلٹن، ٹونک

''شانِ ہند'' چہار بیت پارٹی، پرانی ٹونک

ریاستی عہد میں چتر بھج تالاب پر ہندوؤں کے تہوار کا ایک منظر

ریاستی عہد میں ٹونک کا سیاسی نظام

ریاستی عہد ہی میں تین چار سیاسی جماعتیں یہاں بھی وجود میں آچکی تھیں ان سیاسی جماعتوں میں چار جماعتیں قابل ذکر ہیں:

(۱) مسلم لیگ،

(۲) انجمن رعایائے ٹونک،

(۳) جاں نثار پارٹی،

(۴) پرجامنڈل۔

(۱) **مسلم لیگ** : نواب سعادت علی خاں فرماں روائے پنجم ریاست ٹونک کے عہد میں تقریباً ۴۵-۱۹۴۴ء میں اس جماعت ''مسلم لیگ'' کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جماعت آزادی سے قبل پورے ہندوستان میں مشہور تھی اور ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی بحالی اور بازیابی اس کا مقصد تھا لیکن یہاں ریاستی عہد میں شہر ٹونک میں یہ جماعت عوام میں اپنا اثر پیدا نہ کرسکی اور چند حضرات تک ہی محدود رہی۔ آزادی کے بعد بھی یہاں اس کا وجود باقی رہا بعد میں یہ جماعت ختم سی ہوگئی۔

(۲) **انجمن رعایائے ٹونک** : نواب سعادت علی خاں صاحب کے زمانہ میں ٹونک کی رعایا کی خوشحالی اور ان کے حقوق کی بحالی کے لئے عہدِ ریاست میں اس جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس انجمن رعایائے ٹونک کے بانیین میں جناب منظور عالم صاحب ایڈوکیٹ، جناب حبیب الدین خاں صاحب ایڈوکیٹ، رام رتن جی تکی وال اور بھنور لال جی تانبی تھے۔ یہ ایک تشکیل شدہ منظم جماعت تھی۔ اس جماعت کا مقصد عوام کے حقوق کی بحالی اور ریاستی عہد میں عوام کی خوشحالی تھا اور یہ جماعت نواب سے ریاست میں اپنے حقوق کے حصول اور ایک ذمہ دار سرکاری نظام کی خواہاں تھی اس مقصد کے تحت یہ تحریک چلی اور خوب چلی۔ یہاں کے باشندگان میں ہندو مسلم سب اس میں شامل تھے۔ اس جماعت کے جلسے اکثر ٹونک میں ہوا کرتے تھے ریاست اور نواب کی پالیسیوں سے عوام کو آگاہ اور متفق بھی کیا جاتا تھا اُس دور میں ۲۵ پیسے اور ایک روپیہ اس کی ممبر فیس تھی۔ ریاست میں اس کے مطالبات منظور بھی کیے گئے۔ عوام سے متعلق محکمہ جات میں عوام ہی میں سے ممبران کا انتخاب کیا گیا۔ نگر پالیکا کا انتخاب جب عمل میں آیا تو انجمن رعایائے ٹونک نے اس انتخاب میں تمام نشستوں پر اپنا قبضہ کرلیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں

جب ہندوستان آزاد ہو چکا تھا، یہاں کی عوامی جماعتوں میں پر جامنڈل جب ابھر کر سامنے آئی اور ٹونک میں اس جماعت نے اپنی بنا ڈالی تو انجمن رعایائے ٹونک بالکل ختم ہوگئی۔ اس کے اختتام کے وقت ڈھائی ہزار کے قریب اس کے ممبران تھے۔ ریاستی دور کے آخری چند سالوں کے لئے اس انجمن کا قیام ہوا اور ریاست کے راجستھان میں ضم ہونے کے بعد اس کا وجود ختم ہو گیا۔

(۳) جاں نثار پارٹی: یہ جماعت عہد ریاست میں نواب صاحب کی ذاتی قائم کردہ سیاسی جماعت تھی اور انجمن رعایائے ٹونک کے جواب میں اس جماعت کی تشکیل کی گئی تھی اور اس کا مقصد بھی ظاہر ہے، نواب کی حکمرانی منوانا اور انجمن ریاعائے ٹونک کی ہر مہم اور ہر کام کو ناکامی سے ہمکنار کرنا تھا۔ نواب صاحب کے اعزاء و اقرباء اور خاندان امیریہ کے امراء پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ انجمن رعایائے ٹونک کے اختتام کے ساتھ ہی یہ جماعت بھی ختم ہوگئی۔

(۴) پرجامنڈل: یہ جماعت ''پرجامنڈل'' ٹونک میں رام بابو سکسینہ کے ذریعہ ان کی جدوجہد اور کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ۲۶ / جنوری ۱۹۴۸ء کو ریاست کے راجستھان میں شامل ہونے سے پہلے وجود میں آئی تھی۔ حالانکہ اس وقت ہندوستان کو کامل آزادی مل چکی تھی اور راجپوتانہ کی ریاستوں کو راجستھان میں شامل کرنے کے لئے جدوجہد جاری تھی۔ یہ جماعت ٹونک شہر اور اس سے قریب کے گاؤں اور دیہاتوں تک ہی محدود رہی جبکہ ٹوڈہ رائے سنگھ، انیارہ، مالپورہ، نوائی وغیرہ (جو بعد میں ٹونک ضلع میں بطور تحصیل شامل ہوئے) علاقوں میں جے پور پرجامنڈل کے تحت کام جاری تھا اور جب ریاست راجستھان میں ضم ہوگئی تو یہ پرجامنڈل جماعت بھی ضلع کانگریس کمیٹی میں شامل ہوگئی۔ آزادی کے بعد حکومت راجستھان نے ٹونک ریاست کی عدالت شرع شریف کی عمارت اس جماعت کے کام کاج کے لئے دے دی تھی۔ آج تک اسی عمارت میں کانگریس کا دفتر قائم ہے اور آج بھی یہ عمارت ''پرجا منڈل'' کے نام ہی سے زبان زد خاص و عام ہے۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں ٹونک کی قدیم وجدید عمارات

۱۔ تالاب،

۲۔ باوڑیاں،

۳۔ باغات،

۴۔ کنویں،

۵۔ مساجد،

۶۔ منادر،

۷۔ چھتریاں،

۸۔ حویلیاں،

۹۔ قلعہ اور اس کی عمارات،

۱۰۔ کوٹھیاں،

۱۱۔ گنج ومحلہ،

۱۲۔ متفرق (تکیہ، مزار، مدرسہ وغیرہ)،

(۱) تالاب

(۱) تالاب بائی لاؤ: سمت ۱۴۹۸ بکرمی میں سورجن دیو کی لڑکی بائی جی جو چتوڑ کے راجہ کی رانی تھی، اس نے ایک تالاب اپنے نام سے ''بائی لاؤ'' انپورنا پہاڑی کے قریب بنوایا تھا۔ بائی جی کے اس تالاب کو'' تالاب بائیلان'' کہا جاتا ہے۔

(۲) تالاب مانک لاؤ (تالاب اسّل): راجہ راؤرتن جس زمانے میں یہاں کا راجہ تھا، اس زمانے میں مانک جی نے ایک تالاب اپنے نام سے بنوایا اور اس تالاب کا نام ''تالاب مانک لاؤ'' رکھا تھا۔ آج یہ تالاب اسّل کے نام سے موجود ہے اور ''تالاب اسّل'' ہی کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ یہ تالاب آجکل بارش کے علاوہ سوکھا

رہتا ہے۔

(۳) تالاب راؤلاؤ المعروف تالاب علی گنج المشہور تالاب تیلیان: مانک جی کے ایک مصاحب جس کو راؤ کہا جاتا تھا، اس مصاحب نے اپنے نام سے ایک تالاب ''تالاب راؤلاؤ'' کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسی تالاب راؤلاؤ کو ریاستی عہد میں ''تالاب علی گنج'' کہا جاتا تھا چونکہ اس تالاب کے آس پاس کی بستی یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں صاحب بہادر سوم فرمانروا ریاست ٹونک کے نام سے معروف رہی تھی اور اس محلہ اور بستی کا نام بھی علی گنج تھا اسی وجہ سے یہ تالاب ''تالاب علی گنج'' کے نام سے معروف ہوگیا۔ آجکل یہی تالاب ''تیلیوں کا تالاب'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے زیادہ حصہ پر آبادی قائم ہوگئی ہے۔

(۴) تالاب موتی باغ: موتی باغ کے مغربی وجنوبی گوشہ میں ایک تالاب ہے، اس کو تالاب موتی باغ کہا جاتا ہے۔ اس تالاب میں ہمیشہ پانی نہیں رہتا ہے۔ آجکل اس تالاب کے مشرقی ومغربی اور شمالی رخ پر مکانات پختہ برائے رہائش تعمیر ہوگئے ہیں۔ پانی خشک ہونے پر یہاں زراعت کی جاتی ہے۔ اس تالاب کی تاریخ بنیاد مندرجہ ذیل قطعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

زفضل خدا شہ محمد امیر
بنا کردہ محمود پاکِ غدیر

۱۳۲۷ھ

(۵) ٹونک واطراف کے دیگر تالاب: ٹونک شہر کے اطراف وجوانب میں تقریباً پینتالیس تالاب وقوع پذیر ہیں۔ ان میں سے ۹ تالاب بہت بڑے ہیں۔ ان میں سے بھی چار تالاب گھاٹ دار ہیں اور بقیہ پانچ غیر گھاٹ دار۔

(الف) گھاٹ دار تالاب:

۱۔ تالاب موتی باغ،

۲۔ تالاب علی گنج، (تیلیوں کا تالاب)

۳۔ تالاب چتر بھج،

۴۔ تالاب استل،

(ب) غیر گھاٹ دار تالاب:

۱۔ تالاب ریڈی واس،

۲۔ تالاب کمپو دوم، (چھاؤنی)

۳۔ تالاب عیدگاہ،

۴۔ تالاب تالکٹورہ،

۵۔ تالاب گادولائی،

نوٹ: مندرجہ بالا تالابوں کے علاوہ تین بڑے تالاب دیہات میں بھی ہیں۔

(۲) باوڑیاں

(۱) ست ۱۴۹۸ بکرمی میں ساتل دیو کے زمانے میں سکھ رام سراؤگی نے جو اجمیر شریف کا رہنے والا تھا، ایک باوڑی اور ایک باغیچہ بجانب شمال تعمیر کرائے تھے۔

(۲) ست ۱۸۷۶ بکرمی میں مختار الدولہ بہادر نے ایک باوڑی میاں گلاب شاہ کے قریب پکے بندے کے راستے میں تعمیر کی تھی (یہ باوڑی آجکل گنج شہیداں میں جامعہ سید احمد شہیدؒ میں موجود ہے) اس باوڑی پر مندرجہ ذیل کتبہ کندہ تھا۔

یا اللہ۔ محمد۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ۔ علیؓ۔ امام حسن۔ امام حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باوڑی کردہ بنا محمود خاں عالی ہمم۔ سن ز ہجری یکہزار و دو صد و بست و دوم

۱۲۲۲ھ

نوٹ: شہر میں جدید و قدیم باوڑیاں تقریباً چھتیس کے قریب ہیں۔

(۳) دریا شاہ کی باوڑی: یہ باوڑی پرانی ٹونک کے نوائی دروازہ کے باہر چھوٹے بڑے تکیہ کے پاس رسیا کی ٹیکری کے نیچے واقع ہے۔ اس باوڑی کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں کے پانی سے نہانے پر پھوڑے پھنسیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اب اس کا پانی خشک ہو گیا ہے۔ اس پانی کا رنگ گلابی اور فیروزی رنگ میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ یہاں کے مقامی باشندہ (دیشوالیان) کے بزرگوں کے مطابق باوڑی کے پاس دو مزارات دہلی سلطنت کے غلام خاندان کے حکمراں رضیہ سلطان اور یاقوت کے ہیں۔ یہ بات ابھی تحقیق طلب ہے۔

(۳) باغات

(۱) سمت ۱۴۹۸ بکرمی میں ساتل دیو کے زمانہ میں سکھ رام سراؤگی نے جو اجمیر کا رہنے والا تھا بجانب شمال ایک باغیچہ بنایا تھا۔ اسی باغیچے کے ہمراہ ایک باوڑی بھی تعمیر کی تھی۔

(۲) نذر باغ: ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں قلعہ معلّی کے سامنے ایک باغ لگایا گیا اس باغ کا نام نظر باغ [1] رکھا گیا۔ اس باغ کے تاریخی قطعہ میں (جس سے اس کی تاریخ برآمد ہوتی ہے) گیارہ اشعار ہیں۔ برائے ملاحظہ چند اشعار پیش خدمت ہیں ۔

چہ خوش باغ از قلعہ پیش نظر　　نظر باغ نامش ازاں شد مگر
میانش مکانے عجب دلکشا　　کہ شد جلوۂ باغ او پُر ضیا
بجستم چو تاریخ او از سروش　　ندا دلربا باغ آمد بگوش

۱۲۴۰ھ

مندرجہ بالا باغ متصل محلہ امیر گنج کے مغربی گوشہ میں واقع ہے۔

(۳) ٹونک میں کئی باغات ریاستی عہد میں موجود تھے، اس میں سے نو باغ علاوہ نظر باغ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) گلزار ابراہیم: یہ باغ اسم بامسمّیٰ تھا۔ موتی باغ کے قریب جنوبی گوشہ میں قلعہ معلّیٰ کے پیچھے واقع ہے۔ یہ باغ نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں چند وجوہات کی بنا پر ختم کر دیا گیا تھا۔ یہی باغ امین الدولہ وزیر الملک نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کے زمانے میں دوبارہ آباد کیا گیا تھا اور نواب محمد ابراہیم علی خاں کے نام کی مناسبت سے اس کا نام گلزار باغ رکھا گیا۔

نوٹ: (اس باغ گلزار ابراہیم'' کا نام آج گلزار باغ زبان زد خاص وعام ہے۔ نواب سعادت علی خاں نے اس باغ کے درمیان'' کوٹھی گلزار باغ'' تعمیر کرائی اور تا زندگی وہیں سکونت اختیار کی۔ اس کوٹھی گلزار باغ میں بتاریخ ۲۳ر مئی ۱۹۴۷ء دن کے دو بجے نواب سعادت علی خان کا انتقال ہوا۔ بعد میں یہی کوٹھی گرلس اسکول میں تبدیل ہوئی جو آج تک قائم ہے اور باغ کی جگہ ختم ہو چکی ہے۔ تقریباً ۶۰ رسال پہلے باغ ختم ہو چکا تھا۔ اب اس میں مکمل طور پر لوگوں کی رہائش ہے۔

[1] نواب وزیر الدولہ بہادر صاحب نے اپنے شیخ کو یہ باغ نذر کیا تو ''ظ'' کے بجائے ''ذ'' سے لکھا جانے لگا۔

(۲) موتی باغ: یہ باغ شہر کے مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ یہ باغ حضرت امیر الدولہ امیر الملک نواب محمد امیر خاں صاحب مرحوم کی منکوحہ بیگم نے جن کا نام موتی بیگم تھا جو منور خاں عرف میاں منو کی ہمشیرہ تھیں، نے آباد کیا تھا اور اپنے نام کی مناسبت سے اس کا نام موتی باغ رکھا تھا۔ بعد میں ریاستی عہد میں ہی اس موتی باغ کو جملہ رؤساء شہر ٹونک و اعزا خاندان امیریہ اور دیگر مسلمین شہر ٹونک کی دفن گاہ اور قبرستان بنا دیا گیا۔ موتی بیگم کی قبر بھی اسی موتی باغ میں ہے۔ (آج یہ موتی باغ قبرستان کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے)

(۳) عید گاہ باغ: یہ باغ شہر سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر عید گاہ سے بالکل متصل اور بناس کے گھلود گھاٹ کے قریب واقع تھا، اس باغ کا دوسرا نام ''نواب پسند'' تھا۔ یہ باغ نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کا لگایا ہوا تھا جو اب ختم ہو گیا ہے۔

(۴) بناس باغ: یہ باغ بھی شہر ٹونک سے باہر تقریباً ایک میل کے فاصلے پر بناس ندی کے (گھلود گھاٹ) کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ ریاستی عہد کا قدیمی باغ ہے۔ نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب نے اس باغ کو از سر نو آباد کیا اور بناس باغ سے اس کا نام بیگم باغ رکھ دیا گیا۔ اس باغ کے بیچ میں ایک حوض بھی نہایت عمدہ آب و تاب کے ساتھ تعمیر کرایا گیا تھا۔ موسم برسات میں یہ جگہ ٹونک شہر کے باشندگان کے لئے اعلیٰ درجہ کی تفریح گاہ تھی۔

(۵) باغ بند (کچا بندہ): ٹونک شہر سے باہر مشرقی جانب ایک کوس کے فاصلے پر بناس ندی کے متصل پائین کو بچہ عمق میں واقع ہے۔ اس کے کنارے پر مشرقی جانب مکانات عمدہ و پختہ تعمیر کئے گئے تھے اور اس باغ کے جنوبی گوشہ پر پانی کا بندہ ہے (بند آب) جو نہایت وسیع اور گہرا ہے۔ اس بندے میں ہر قسم کے جانوران آبی رہتے ہیں۔ نواب ابراہیم علی خاں صاحب اور ریاستی عہد کے دوسرے روساء بغرض تفریح طبع یہاں رونق افروز ہوتے تھے۔

(۶) فیروز باغ: شہر ٹونک کی شمالی سمت میں شہر کے باہر لب سڑک عید گاہ و عسکر فیروزی واقع ہے۔ افتخار الامراء فخر الملک جناب صاحبزادہ محمد عبید اللہ خاں صاحب بہادر فیروز جنگ سی. ایس. آئی. نائب الریاست ٹونک نے اپنے خطاب فیروز جنگ کی رعایت سے اس باغ کا نام فیروز باغ رکھا تھا۔ یہ باغ اپنی دلفریبی اور حسن وخوبی میں رشک گلزار بنا ہوا تھا۔ چمن چمن طرفہ بہار تھی اس باغ کے شمال و مشرقی کنارے پر ایک بنگلہ خوش وضع وخوش نما تعمیر کیا گیا تھا اس بنگلہ میں ایک حوض بھی بنایا گیا تھا جس میں پانی کا فوارہ لگا ہوا تھا۔

نوٹ: یہ باغ آج بھی فیروز باغ کے نام سے مشہور و معروف ہے اسی باغ کے ایک حصہ میں نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر پنجم فرمانروا ریاست ٹونک نے اپنے والد محترم نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے تخلص خلیل کی مناسبت سے خلیل کلب قائم کیا تھا۔ یہ خلیل کلب آج بھی موجود ہے۔ ٹینس اور دیگر کھیل وغیرہ کا اس میں انتظام ہے۔

(۷) باغ خالہ صاحبہ: یہ باغ بناس ندی کے کنارے واقع تھا اس باغ کو نواب وزیر الدولہ بہادر کی خالہ صاحبہ اہل خانہ سید علی شاہ صاحب نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد ان کے نام سے موسوم کیا تھا۔ (ریاستی عہد میں یہ باغ خالہ صاحبہ کے نام سے ہی مشہور و معروف رہا)۔

(۸) بیگم باغ قدیمی: یہ باغ بناس باغ کے قریب ہی واقع تھا۔ اس باغ کو والدہ ماجدہ نواب وزیر الدولہ بہادر نے حضرت امیر الدولہ نواب محمد امیر خاں صاحب بہادر مرحوم کے انتقال کے بعد لگایا تھا۔ اس باغ میں اخوند محمد ایاز خاں صاحب والد ماجد بیگم صاحبہ (والدہ وزیر الدولہ بہادر کے والد) کی قبر کے علاوہ سید شاہ صاحب و حافظ امیر عالم خاں صاحب و شاہ عالم صاحب کی قبور موجود ہیں۔

(۹) مہندی باغ: (تاریخ ٹونک استاد آبرو میں اس باغ کا ذکر موجود نہیں ہے۔ یہ باغ کہنہ ٹونک سے علی گنج کی سڑک کے دائیں جانب تھا۔ آج کل اس باغ میں مکمل آبادی ہوگئی ہے یہاں اکثر قائم خانی حضرات کی بود و باش ہے)۔

(۱۰) اندھیری باغ: چھاؤنی کے قریب اسحاق خاں کے باغ کے سامنے، کچے بندے کے راستے میں یہ باغ واقع تھا جس کے لئے مشہور ہے تھا کہ یہ اتنا گھنا تھا کہ یہاں ایک بار ہاتھی گم ہو گیا تھا۔

(۱۱) ٹکراج باغ: یہ باغ بناس ندی کے ٹکراج گھاٹ پر واقع ہے جس کے لئے اختر شیرانی اس طرح فرماتے ہیں:

"ٹکراج کا خواب آلود گھاٹ اور اس کی فضائیں کیسی ہیں"۔

اس باغ کے امرود آج بھی بہت مشہور ہیں جن کی بیرونی سطح تو کھردری سی ہوتی ہے لیکن اندر سے یہ لال نکلتے ہیں۔ آج کل پانی کی کمی کی وجہ سے یہ باغ تقریباً سوکھ گیا ہے۔

(۱۲) باغ چندلائی: ٹونک کے قریب چندلائی گاؤں کے بائیں جانب یہ باغ واقع ہے۔ چندلائی کے باغ میں بھی ٹکراج کے باغ کی طرح امرودوں کی پیداوار ہوتی ہے۔ یہاں کے امرودوں کی بیرونی سطح ٹکراج کے

امرودوں کے مقابلے میں صاف ہوتی ہے اور یہ اندر سے سفید نکلتے ہیں۔ یہاں کچھ امرود کے پیڑ اس طرح کے تھے جن کے پھلوں میں زعفرانی خوشبو آتی تھی جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے پودھوں کی پرورش زعفران کے پانی سے کی گئی تھی۔

(۱۳) باغ چتی لال: بہیر کے راستے میں خلیل کلب کے سامنے موجودہ سرکٹ ہاؤس کے ٹھیک نیچے جہاں اب آہو جہ ادیان ہے، یہ باغ واقع تھا جس میں کثیر تعداد میں بیریوں کی درخت تھے۔ اب یہ جگہ صرف رہائش گاہ بن کر رہ گئی ہے۔

(۱۴) باغ اسحاق خاں: یہ باغ جے پور روڈ پر واقع تھا۔ اب وہاں کسی طرح کے پیڑ نہیں ہیں۔ یہ باغ اب ٹورسٹ کی آماجگاہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔

(۱۵) نین سکھ کی بغیہ: ٹونک جیل کے عقب میں یہ باغ واقع تھا۔ اب وہاں پیڑوں کی کٹائی کر کے کھیتی کی جانے لگی ہے اور دھیرے دھیرے یہ باغ بھی رہائش گاہوں میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔

مندرجہ بالا باغات کے علاوہ اکاون باغات سرسبز و شاداب اطراف شہر ٹونک میں موجود تھے (جن میں پھول باغ، اندھیری باغ، گلزار باغ اور چندلائی باغ وغیرہ کے باغات بہت زیادہ مشہور تھے)۔

(۴) کنویں

(۱) جامع مسجد بہیر کا کنواں: ۱۲۳۸ھ میں جامع مسجد بہیر کا کنواں تعمیر کیا گیا۔

(۲) مولانا حیدر علی صاحب کی مسجد کے باہر کا کنواں: ٹونک کہنہ میں مولانا حیدر علی صاحب کی مسجد (جو مولانا صاحب کی مسجد) کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کے متصل مختار الدولہ بہادر نے ایک باغیچہ اور ایک کنواں تعمیر کرایا تھا اس کنویں کے پتھر پر یہ کندہ تھا۔

چاہ کو چاہ کر بنایا ہے
باغ محمود نے لگایا ہے

۱۲۳۸ھ

(۳) بڑا کنواں: ۱۲۴۶ھ میں جامع مسجد امیر گنج و چاہ کلاں (بڑا کنواں) تعمیر ہوا۔ بڑے کنویں کی تاریخ اس قطعہ سے برآمد ہوتی ہے۔

امیر الدولہ چوں چاہے بنا ساخت　　کہ آب اوست با کوثر برار
سن تاریخ آں شاداں رقم زد　　چہ چاہے چشمۂ مانند کوثر

۱۲۴۶ھ

(۴) کنواں تالاب موتی باغ: موتی باغ کے مغربی گوشہ میں ایک کنواں ہے (اب یہ کنواں موتی باغ پال تالاب کی آبادی میں آگیا ہے آج بھی اس کنویں سے استفادہ کررہے ہیں محکمہ واٹر ورکس کے ذریعہ اس کنویں سے شہر میں پانی کی سپلائی کی جاتی ہے۔)

(۵) مساجد

(۱) مسجد مومنا منصور: سمت ۱۶۵۲ بکرمی میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانے میں مومنا منصور بادشاہ کی طرف سے ٹونک کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ وہ یہاں تشریف لائے اور بود و باش اختیار فرمائی اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مقبرہ کوہِ رسیا کے دامن میں آج بھی موجود ہے۔ اس مقبرے کے کنارے پر میر جمعیت علی ولد ابن میر احمد ساکن اٹاوہ تعلقدار محمد گڑھ نے بعہد نواب امیر الدولہ ایک مسجد تعمیر کرائی مسجد کی دیوار پر ایک کتبہ کندہ شدہ لگا ہوا ہے۔

زفضل خدا وندارض و سما　　جمعیت علی کرد خانہ خدا
چو تاریخ مسجد بجستم ز دل　　بگفتا "چہ مسجد خجستہ بنا"

۱۲۳۲ھ

(۲) جامع مسجد بھیر ٹونک: ۱۲۲۷ھ میں جامع مسجد بھیر ٹونک کی تعمیر عمل میں آئی۔

(۳) مسجد موتی باغ: موتی باغ گورستان کے مغربی گوشہ میں یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے جو موتی باغ تالاب کے متصل بنی ہوئی ہے۔ اس کو آج کل موتی باغ کی مسجد کہا جاتا ہے۔

(۴) ٹونک شہر میں ریاستی عہد میں نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب کے زمانے میں چھپن پختہ مسجدیں موجود تھیں۔ ان میں سے تین مسجدیں بڑی اور بہت عمدہ ہیں۔

(۱) جامع مسجد امیر گنج: نواب امیر الدولہ امیر الملک نواب محمد امیر خاں بہادر نے (قیام ریاست کے بعد) لب سڑک اس کو تعمیر فرمایا تھا۔ ۱۲۹۸ھ میں نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر نے ترمیم فرمائی اس جامع مسجد کی تاریخ

(تکمیل) مندرجہ ذیل ہے۔

زہے مسجد و حوض عالی بنا | کہ دلچسپ آمد چو دارالنعیم
زسرکردہ پا ہر کہ آید دراں | چو گل بشگفد از ہبوب نسیم
کند سجدہ ہر کہ درو با خدا | رہائی و را از عذاب الیم
چناں صرفہ شد زر بتعمیر او | کہ ہمسنگ شد سنگ باز روسیم
چون نواب ہم نام حضرت خلیل | بنا کردہ از فضل حق و رحیم
پئے سال تاریخ اتمام او | خرد گفت "بیت خدائے کریم"

۱۲۹۸ھ

نوٹ: تذکرۂ ٹونک مصنفہ صاحبزادہ عبدالتواب خاں نے ص ۲۹-۲۸ پر ٹونک شہر کی دیگر کوٹھیاں و عمارات کے ساتھ نذر باغ کے پختہ محلات، مدرسہ اور جامع مسجد وغیرہ سب کو سرکار مرحوم (نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب) کی یادگار بتلایا ہے اور جامع مسجد کے لئے تو یہ بھی تحریر کیا ہے کہ:

"ان میں خاص کر دو عمارتیں تو بڑی ہی قابل دید ہیں ایک تو جامع مسجد شہر ٹونک کی جو بڑی عالیشان اور بہت پختہ اور نہایت خوبصورت ہے اور جو امیر گنج کے بازار میں بنی ہوئی ہے۔ اس کے مینارے بہت بلند ہیں۔ میناروں کے اندر اوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ مینار اس قدر بلند ہیں کہ راجپوتانہ میں ایسے بلند مینار کسی اور عمارت میں نہیں پائے جاتے ہیں اور یہ مینارے تین چار میل سے نظر آتے ہیں۔ دوسری عمارت نذر باغ کی خاص بارہ دری ہے"

اس کے بعد آگے لکھتے ہیں "یہ دونوں چیزیں بھی جیسا کہ اول بیان کر دیا گیا ہے بعہد نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور جنت آرامگاہ تیار ہوئی ہیں"۔

اس طرح جامع مسجد کی اندورنی محراب پر صلوا بالمسجد خاشعین /۱۲۹۸ھ اور ان ھذا ھو بیت اللہ الودود /۱۲۹۷ھ اور ایک قطعہ بزبان اردو متعلق چاہ کلاں (بڑا کنواں) اور مسجد اس طرح درج ہے۔

خدا کا گھر ہوا تعمیر دیکھو ٹونک میں بے شک | مزا ہے صاف اس کے چاہ میں زمزم کے پانی کا
شگفتہ تم بھی اب تاریخ اس کی اس طرح کہ دو | بنا اک دوسرا کعبہ یہ ابراہیم ثانی کا

مسجد سے باہر یعنی جماعت خانے میں داخلہ کے بیچ کے بڑے دروازہ پر محراب کے اوپری جانب افضل الذکر لا اله الا الله محمد رسول الله درمیان میں اور اس کے آس پاس دائیں طرف عجلوا با الصلوة قبل الفوت اور بائیں طرف عجلوا با التوبة قبل الموت (حدیث) بخط طغریٰ لکھی ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا صاحبزادہ عبدالتواب خاں کی تذکرۂ ٹونک کی عبارت سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسجد جامع مسجد نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں تعمیر ہوئی۔ استاد آبرو نے نواب ابراہیم علی خاں کے ذریعہ ترمیم ہونا ظاہر کیا اور مسجد کے اندر محراب پر درج کتبات سے بھی یہی ظاہر ہے کہ یہ مسجد نواب ابراہیم علی خاں صاحب نے تعمیر کرائی جو ۱۲۹۷-۱۲۹۸ھ میں مکمل ہوئی۔

تحقیق طلب یہ امر ہے کہ یہ مسجد کس نے تعمیر کی اور کب تعمیر ہوئی۔ اس بابت مولانا عمران خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قیام ریاست کے بعد ہی دیگر عمارات کے ساتھ جامع مسجد کی وسیع اور خوش نما عمارت بھی تعمیر ہو گئی تھی اور دفتر شریعت کا قیام بھی عمل میں آچکا تھا۔'' (قصر علم ص ۱۹۴-۱۹۲)

اس مسجد کی تعمیر سے متعلق یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اس مسجد کی تعمیر دیوان شمس الدین صاحب کے بیان کے مطابق ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۸ء میں شروع ہوئی۔ چاہ کلاں (بڑا کنواں) بھی اس کے ساتھ تعمیر ہوا''۔

(واقعات ہشت سالہ امیر و بست سالہ وزیر مخطوطہ ادارہ ہٰذا)

(قیام ریاست کے بعد)..... قلعہ امیر گڑھ کو مرکز بنایا گیا قلعہ میں مختلف محلات تعمیر ہونا شروع ہوئے محلّہ امیر گنج کی آبادی اس سال شروع ہوئی اس کے ساتھ یہ مسجد (جامع مسجد) بھی تعمیر ہوئی۔

دیوان شمس الدین صاحب کی اصل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

''در سنہ ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۸ء یک ہزار و صد و سی و پنج ہجریہ شروع تعمیرات عالی واحداث باعتنائے فرحت بخش و مسرت آگیں در قلعہ امیر گڑھ و اطراف آں و آباد بلدۂ نو اساس باسم سامی خویش نامی با میر گنج و مسجد جامع آں بلدہ..... و دیگر مساجد و مدارس آں شہر آبادانی آں گنج تعمیل آمدہ در عرصہ چہار سال باختتام رسید''۔

(ہفدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر مخطوطہ ادارہ ہٰذا)

مندرجہ بالا تحریرات سے واضح ہے کہ............ اس مسجد کی تعمیر کا آغاز نواب امیر الدولہ بہادر کے عہد میں ہوا تھا جو پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔ نواب وزیر الدولہ کے بعد نواب محمد علی خاں صاحب نے اس میں توسیع فرمائی۔ چنانچہ محامد علیہ از صاحبزادہ احمد علی سیماب (فارسی مخطوطہ) میں تحریر ہے کہ "یہ مسجد نواب امیر الدولہ نے تعمیر کرائی تھی لیکن زیادہ بڑی اور کشادہ نہیں تھی۔ جیسے جیسے آبادی بڑھی لوگ اس میں سماتے نہیں تھے۔ نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں بھی اس میں کوئی توسیع نہیں کی گئی۔ نواب محمد علی خاں نے اپنی حکمرانی کے دور میں حکم دیا کہ اس مسجد کو چاروں طرف سے وسیع کیا جائے۔ چنانچہ نواب صاحب کے حکم کی تعمیل میں مسجد (جامع مسجد) کو وسیع کیا گیا۔ (محامد علیہ مخطوطہ)

ایک اور مخطوطہ ادارہ ہٰذا بنام گلزار ابراہیمی (تاریخ محمد آباد عرف ٹونک) مصنفہ پنڈت رام کرن جوشی جس کا ایکسیشن نمبر ۹۴۹۱ ہے میں تحریر ہے کہ:

"صاحبزادہ محمد علی خاں بہادر صولت جنگ مسند نشین ہوئے ۱۲۸۳ھ میں جامع مسجد امیر گنج کی کہنہ عمارت کو منہدم کر کے از سر نو بہ نقشہ تاج گنج (تاج محل) کی جامع مسجد کے تعمیر کرائی۔ وہ ناتمام رہی"

مندرجہ بالا عبارات سے ظاہر ہے کہ نواب محمد علی خاں صاحب نے ۱۲۸۳ھ میں اس جامع مسجد امیر گنج کی تعمیر اور توسیع بہ نقشہ تاج گنج (تاج محل) کی جامع مسجد کی طرح کرانا چاہی لیکن ۱۲۸۴ھ میں وہ معزول کر دئے گئے۔ ان کے ناتمام کام کو ان کے فرزند ارجمند (جو ان کے بعد ریاست پر مسند نشین ہوئے) نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب نے نہ صرف پورا کیا بلکہ مسجد کی آرائش و زیبائش کا کام بھی کیا۔ محراب کو مطلیٰ مذہب بنایا گیا اور پوری مسجد میں کوڑی کا کام کرا کے اس مسجد کے در و دیوار ہی نہیں بلکہ سقف و چھت یہاں تک کہ پوری مسجد (جماعت خانہ) کو رنگ و روغن سے منقش و منور بنا دیا۔ ۱۲۹۸-۱۲۹۷ھ میں اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے۔ مسجد کی محراب پر درج اشعار اور تاریخ سے جس کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس طرح یہ جامع مسجد امیر گنج ٹونک نواب امیر الدولہ نے اپنے عہد میں قیام کے بعد ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۸ء میں تعمیر کرائی اور ان کے عہد میں ہی ۴ سال میں مکمل ہوئی۔ نواب وزیر الدولہ نے اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں فرمائی نواب محمد علی خاں کے عہد میں جب آبادی زیادہ ہوئی تو نواب محمد علی خاں نے اس کو آگرے کے تاج گنج کی مسجد جامع کی طرح دوبارہ ۱۲۸۳ھ میں اس کی تعمیر شروع کی ۱۲۸۴ھ میں ان کی معزولی کے بعد نواب محمد ابراہیم علی

خاں نے اس کی تکمیل کرائی۔

اس طرح یہ چاہ کلاں (بڑا کنواں) بھی نواب امیر الدولہ کے عہد میں تعمیر کیا گیا لیکن نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں اس کی بھی دوبارہ ترمیم کی گئی اس وجہ سے مسجد کی محراب پر قطعۂ مندرجہ بالا چاہِ کلاں اور جامع مسجد سے متعلق تحریر کرایا گیا۔

(۲) مسجد قافلہ: یہ مسجد واقع وزیر گنج اب سڑک پر ہے اس کو ۱۲۷۰ھ میں سادات قافلہ نے تعمیر کی ہے۔

نوٹ: اس مسجد کی بنیاد مولوی حافظ سراج الرحمٰن خاں صاحب نے ۱۲۷۰ھ میں رکھی تھی۔ مولوی سراج الرحمٰن رامپور میں پیدا ہوئے تھے والد کی سرپرستی میں حفظ قرآن، کتب درسیہ فارسی اور صرف ونحو عربی کی تکمیل کی اور علوم عربیہ حاصل کئے۔ وزیرالدولہ کے زمانے میں رامپور سے ٹونک تشریف لائے۔ یہاں کے قیام میں مولانا حیدر علی صاحب سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ آپ نواب محمد علی خاں کے استاذ بھی تھے۔ نواب وزیرالدولہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ ہی اس مسجد قافلہ کے پہلے امام مقرر کئے گئے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حافظ عبدالصمد صاحب (مشہور بہ حافظ) نے امامت کے فرائض انجام دئے۔ یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو ان کا انتقال ہو جانے کے بعد مولوی محمد علی صاحب (عرف مولوی ننھے صاحب) صدرالمدرسین مدرس ناصریہ ٹونک خطیب وامام مقرر کئے گئے ان کے انتقال کے بُعد مولوی محمد سعید صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم فرقانیہ ٹونک اس منصب پر مامور ہوئے اور آج تک اس مسجد میں آپ کا فیض جاری وساری ہے۔

(۳) مسجد حکیم سرور شاہ واقع علی گنج: یہ مسجد بھی علی گنج میں لب سڑک واقع ہے۔ یہ مسجد ۱۲۹۳ھ میں حکیم سرور شاہ صاحب نے بزمانہ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر تعمیر کرائی تھی۔ اس کے بعد صاحبزادہ محمد عبدالرحیم خاں صاحب بہادر ناظم فوجداری وگیرائی نے ۱۲۹۸ھ میں بزمانہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب اس کی ترمیم فرمائی۔ مولوی قاضی حافظ عبدالحلیم خاں معجزؔ نے یہ تاریخ اس مسجد کی بصنعت صوری ومعنوی لکھی ہے۔ یہ قطعہ چھ اشعار پر مشتمل ہے دو تین شعر برائے ملاحظہ پیش خدمت ہیں۔

چوں بعہد خسرو عالی تبار یعنی ابراہیم خانِ باوقار
با مظاہر جلوۂ حق جمع کرد تا سنِ تعمیر او گشت آشکار
ہم چنیں درصورت ومعنی بخواند دو صد و ہشت و نود را با ہزار

۱۲۹۸ھ

(۶) منادر

(۱) مندر ہرناتھ جی: رسیا پہاڑ کی کمر پر ایک قدیم اور پرانا مندر ہے اس کو ہرنا جتی (ہرناتھ جی) کا مندر کہا جاتا ہے اس کے وسط میں ایک حوض بھی تعمیر ہے۔ موسم برسات میں وہ پانی سے بھر جاتا ہے۔

(۲) سمت ۱۸۱۶ بکرمی میں قوم کایستھ نے ان پورنا دیوی کے مندر کی عمارت کی بنیاد ڈالی لیکن وہ ناتمام ہی رہی۔ پھر دوبارہ سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں بنی رام ونندلال جی وغیرہ قانون گویان ٹونک نے اس مندر کی تعمیر کی اور اس کو تیار کرایا۔ اس وقت اس مندر کی تعمیر میں ۶۹۰۹ روپیہ خرچ ہوئے اور زرمحاصل اراضی معافی ۶۲۸ بیگہ گوشائین پجاری کو معاف کیا گیا۔ اس مندر میں ایک مورتی سفید سنگ مرمر کی تراشی ہوئی جو قدیم اور پرانے زمانے سے وہاں رکھی ہوئی تھی یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸ ردسمبر ۱۸۸۴ء چوروں نے اس خیال سے کہ اس تصویر کے پیٹ میں جواہرات ہیں پاش پاش کر ڈالا تھا۔

(۳) ریاستی عہد میں شہر ٹونک میں مندروں کی تعداد اس طرح تھی۔

۱۔ مندر مہادیو جی	تقریباً	۵۱
۲۔ مندر ہنومان جی	ایضاً	۱۹
۳۔ مندر بھیروں اور دیوی جی کے	ایضاً	۲۰
۴۔ مندر سیتلا ماتا کے	ایضاً	۵۱

(۴) ریاستی عہد میں یہاں شہر ٹونک میں چار مندر بڑے تھے۔ دو سراوگیوں کے اور دو بشنوؤں کے۔ یہاں چتر بھج کا مندر بھی قدیم مندر ہے بیساکھ کے مہینے میں وہاں ایک میلہ لگتا تھا اور یہ میلہ پندرہ روز تک چلتا تھا۔ ہندوؤں کے تین چار میلے وقتِ مقررہ پر ہوتے تھے جن میں ان پورنا کا میلہ، شیوراتری کا میلہ اور گنگور کا میلہ مشہور ومعروف تھے۔

(۵) مندر مہادیو جی: نوغزے بابا کے مزار کے قریب سیدھی طرف ایک قدیم مندر ہے جو مہادیو کا مندر کہلاتا ہے یہاں پھاگن کے مہینہ میں مہادیو کا میلہ ہوتا ہے۔

(۷) چھتریاں

(۱) رسیا کی چھتری: یہ چھتری اگرچہ پہلے سے یہاں موجود تھی مگر ایک مرتبہ بجلی گرنے کی وجہ سے منہدم

ہو چکی تھی۔ سمت ۱۸۵۰ بکرمی میں پنڈت امبواجی نے ہلکر کی جانب سے دوبارہ اس چھتری کی تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔ اس چھتری پر دیارام کایستھ جورسیا کے نام سے مشہور و معروف تھا ایک وارفتہ مزاج آدمی تھا وہ اکثر اس میں رہتا تھا اور اشعار عاشقانہ وہاں بیٹھ کر پڑھتا تھا بس اسی وجہ سے اس چھتری کا نام رسیا کی چھتری (رسیا کی ٹیکری) مشہور و معروف ہو گیا اور آج تک بھی یہی نام اس چھتری کا زبان زد خاص و عام ہے۔

(۲) سمت ۱۸۸۳ بکرمی میں لال سنگھ افسر کمپو نواب امیر الدولہ بہادر نے جس کو خطاب راجہ بہادر سے ملقب کیا تھا اس لال سنگھ (راجہ بہادر) نے اپنی وفات سے پہلے ایک چھتری چتر بھج تالاب کے کنارے تعمیر کرائی تھی جو آج تک موجود ہے۔

(۳) نواب امیر الدولہ بہادر کے میر منشی بساون لال کی چھتری: منشی بساون لال جی شاداںؔ جو نواب امیر الدولہ بہادر کے میر منشی تھے جنہوں نے نواب کی تاریخ ''امیر نامہ'' کے نام سے لکھی تھی ان کی بنائی ہوئی چھتری پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی۔

''میر منشی بساون لعل ولد تن سکھ رائے ابن دوند لعل قوم کایستھ سکنہ کہراسا کن بلدہ بلگرام سمت ۱۸۹۴ بکرمی''

(۸) حویلیاں

(۱) حویلی مختار الدولہ محمود خاں ثابت جنگ: یہ حویلی مختار الدولہ محمود خاں بہادر ثابت جنگ کی حویلی ہے اس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

محمود حوض مسجد واللہ عجیب ہے
تاریخ اس بنا کی جائے غریب ہے

۱۲۴۱ھ

دور نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر میں یہ حویلی اعزاز الامراء معز الملک صاحبزادہ احمد یار خاں صاحب بہادر شوکت جنگ کے تصرف میں تھی۔

(۲) حویلی افتخار الامراء فخر الملک جناب صاحبزادہ محمد عبید اللہ خاں صاحب بہادر فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی: یہ حویلی افتخار الامراء فخر الملک جناب صاحبزادہ محمد عبید اللہ خاں صاحب بہادر فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی۔ نائب الریاست کی حویلی ہے۔ یہ قلعہ معلّٰی سے جانب شمال لب سڑک پر تعمیر کی گئی ہے ریاستی عہد میں یہ بھی دیکھنے سے تعلق

رکھتی تھی اس کے احاطے میں دو کوٹھیاں پختہ دیدہ زیب واقع تھیں۔

(۳) حویلی محمد عباداللہ خاں: نائب الریاست صاحبزادہ محمد عبیداللہ خاں صاحب بہادر فیروز جنگ کی حویلی کے سامنے مشرقی جانب لب سڑک صاحبزادہ محمد عباداللہ خاں کی تعمیر کردہ ایک حویلی ہے جو زمانہ سابق میں کچہری عباداللہ خاں کے نام سے مشہور تھی۔ آج بھی یہ علاقہ کچہری عباداللہ خاں کے نام سے زبان زد خاص وعام ہے۔

(۴) حویلی شمس الامراء نظام الملک صاحبزادہ محمود خاں صاحب بہادر تہور جنگ: یہ حویلی شمس الامراء نظام الملک صاحبزادہ محمود خاں صاحب بہادر تہور جنگ محلہ امیر گنج میں واقع ہے جو قلعہ معلیٰ سے شمال کی جانب لب سڑک موجود ہے۔ اس حویلی کے روبرو ایک کوٹھی خوش وضع اور نہایت عمدہ تعمیر ہے تاریخ اس کی حافظ مولوی قاضی عبدالحلیم خاں معجزؔ نے اس طرح تحریر کی ہے۔ تاریخ کا یہ قطعہ سات اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار برائے ملاحظہ پیش خدمت ہیں۔

چوں کہ محمود خانِ والا جاہ   آنکہ مقبول حضرت صمد ست
سر زد آخر بصنعت توشیح   سن تاریخ کان مراد خودست
اشتراک غریب با ملجا   گر شود ہم مثل آں عددست
در بتصریحِ پُرسیم معجزؔ   یک ہزار و دو صد و شش نودست

۱۲۹۶ھ

۱۳۱۲ھ میں اس حویلی میں ترمیم کی گئی۔ تاریخ ترمیم کا یہ قطعہ سات اشعار پر مشتمل ہے جس کا آخری شعر مندرجہ ذیل ہے۔

آبرؔو تاریخ او کردہ رقم
جلوۂ صبح نشاط خاص و عام

۱۳۱۲ھ

(۵) حویلی صاحبزادہ محمد اسفندیار خاں بہادر جرنیل فوج: صاحبزادہ محمود خاں صاحب تہور جنگ کی حویلی کے سامنے بسمت شمال صاحبزادہ محمد اسفندیار خاں صاحب بہادر جرنیل لشکر ظفر پیکر کی حویلی ہے جو صاحبزادہ اسفندیار خاں کی حویلی کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ یہ حویلی نہایت بلند اور خوش وضع ہے۔ استاد سید اصغر علی آبرؔو نے اس کی تاریخ صنعتِ مراۃ الاستہلال میں اس طرح تحریر کی ہے۔

چوں کہ اسفند یار خانِ زماں | کرد تعمیر ایں عمارت را
فکر کردم چو از پے تاریخ | کہ شد از غیب ایں ندا پیدا
دہ چہ خوش منزلے صفا بنیاد | برگ گاہ اشک جنت المادی

۱۳۰۰ھ | ۱۳۰۰ھ

از پے سال عیسوی اے دل | گفتمش غیرتِ سپہر بجا

۱۸۸۳ء

(۶) حویلی صاحبزادہ احمد یار خاں بہادر فتح جنگ: اشرف الامراء عمدۃ الملک صاحبزادہ احمد یار خاں صاحب بہادر فتح جنگ کی حویلی موتی باغ کے قریب محلہ امیر گنج میں قلعہ معلیٰ سے گوشۂ مشرق کی جانب واقع ہے۔

(۷) حویلی صاحبزادہ محمد خاں صاحب: خاص الامراء اعتماد الملک صاحبزادہ محمد خاں کی حویلی خاص محلہ امیر گنج نذر باغ کے قریب تھی یہ حویلی میاں اعظم شاہ صاحب رامپوری خسر صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب برادر خرد نائب الریاست نے نواب وزیر الدولہ بہادر کے عہد حکومت میں تعمیر کرائی تھی۔ بہت عالیشان عمارت تھی۔

(۹) قلعے اور ان کی عمارت

ریاستی عہد میں شہر ٹونک اور اس کے اطراف میں تین قلعے بنے ہوئے تھے۔

(۱) قلعہ بھوم گڑھ (امیر گڑھ) بھوم گڑھ جس کو قلعہ امیر گڑھ اور قلعہ معلیٰ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ قلعہ خاص شہر ٹونک میں جنوب کی جانب تھا۔ بشکل بروج فلک اس قلعہ میں بارہ برج تھے اس قلعہ کا دور اور بلندی درمیانی درجہ کی تھی اور اس قلعہ کے اندر ایک اور قلعہ تھا جس کو بالا قلعہ کہا جاتا تھا اس قلعہ میں تین مساجد، چار کنویں اور دو بنگلے بھی بنے ہوئے تھے ان عمارات کے علاوہ بہت اچھے اور عمدہ محلات تعمیر کئے گئے تھے۔

اس کی عمارات میں ریاست کا توشک خانہ وخزینہ منشی (منشی خانہ) کتب خانہ دوا خانہ، آبدار خانہ، پالکی خانہ، توپ خانہ، محکمہ عالیہ کونسل، محکمہ نیابت، محکمہ حساب و جانچ اور محکمہ بخشی گیری کل موقع بموقع تعمیر کئے گئے تھے۔ بروج قلعہ معلیٰ پر ایک سو پچیس توپیں تیار رہتی تھیں باقی مدفون تھیں۔

(اب یہ قلعہ بالکل منہدم اور ختم ہو چکا ہے دو مساجد ایک کنواں باقی ہیں اندرون قلعہ آبادی ہو گئی ہے اور نفیس عمدہ و پختہ مکانات تعمیر ہو گئے ہیں اور تعمیر کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ آج اس قلعہ کو تاج کالونی کا نام دیا گیا ہے)

تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را
گاہِ گاہِ باز خواں ایں قصہؑ پارینہ را

☆ ۱۲۳۵ھ مطابق سمت ۱۸۷۶ بکرمی میں قلعہ امیر گڑھ کی ترمیم کی گئی۔

☆ ۱۲۳۶ھ مطابق سمت ۱۸۷۷ بکرمی میں اس قلعہ میں نومحل، شیش محل ورنگ محل وغیرہ نواب امیر الدولہ بہادر محمد امیر خاں کے عہد میں تعمیر کئے گئے تھے۔

☆ قلعہ کے اندرو باہر کے دروازے وحویلی پختہ دیوان خانے کے پیچھے اور دوسری حویلی توشہ خانہ کے برابر نواب وزیر الدولہ بہادر نے اپنے زمانے میں تعمیر کرائے تھے۔

☆ نواب امیر الدولہ بہادر کے اس قلعہ پر قبضہ اور تصرف سے پہلے چند دوکانات ایک کنواں اندرون بالا قلعہ اور ایک تہ خانہ بعمارت کہنہ ریاست کے اختتام تک موجود تھے۔

☆ ۱۲۳۹ھ میں ایک دیوان خانہ اسی قلعہ میں حضرت نواب امیر الدولہ بہادر نے بنوایا تھا جس کی تاریخ درج ذیل ہے۔

چو نواب امیر الدولہ جمجاہ — کہ مثل خاتمش در خلق نام است
بنا فرمود جائے بار عامی — کہ در خوبی بعالم خوش مقام است
نہ صحن خانہ اش از وسعت جائے — تو گوئی وسعت عالم تمام است
کند تا ہر شب اینجا فرش مہتاب — قمر سہ گرم ایں خدمت مدام است
بشوق خاک کیوئے بر دراو — زخیل سروراں بس اژدہام است
چو شاداں داری فکر سال تاریخ
بگو ایں قصر جائے بار عام است
۱۲۳۹ھ

☆ اسی قلعہ میں ۱۲۴۰ھ میں ایک دولت خانہ نواب امیر الدولہ بہادر نے تعمیر فرمایا۔ درج ذیل قطعہ سے اس کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ یہ قطعہ پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ نمونے کے طور پر چند شعر پیش خدمت ہیں ۔

بنا فرمود چوں عالی مکانے — امیر الدولہ با طرز دل آرا
پئے تفریح خود در قلعہؑ خاص — بنا کردہ مقام فرحت افزا

چو شاداں حسب تاریخ بنایش خرد گفتا مقام عشرت افزا

(۲) قلعہ محمد گڑھ: ٹونک شہر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر مشرقی جانب واقع ہے۔

(۳) قلعہ بگڑی: ٹونک شہر سے پانچ کوس کے فاصلے پر شمالی جانب واقع تھا۔

(۱۰) کوٹھیاں

(۱) کوٹھی عید گاہ باغ: یہ کوٹھی شہر سے باہر ایک میل کے فاصلے پر عید گاہ کے بالکل قریب نواب محمد علی خاں بہادر نے ایک باغ کے اندر جس کا نام عید گاہ باغ تھا تعمیر کرائی تھی نواب صاحب اس کوٹھی میں موسم گرما میں آکر آرام واستراحت فرماتے تھے۔

نوٹ : اس کوٹھی عید گاہ باغ میں دربار مسند نشینی اور دیگر دربار ہوا کرتے تھے۔اس کوٹھی کی آرائش وزیبائش بڑی خوبصورت تھی اور موقع ومحل دیکھ کر یہ کوٹھی تعمیر کی گئی تھی درودیوار پر بہترین نقاشی اور صناعی کی گئی تھی۔آج بھی اس نقاشی اور صناعی کے آثار اس کے بام ودر سقف وچھت پر نظر آتے ہیں۔آجکل یہ کوٹھی آر.اے.سی. کے قبضے میں ہے باغ بالکل ویران ہو چکا ہے۔

(۲) کوٹھی گلزار باغ: گلزار باغ موتی باغ کے قریب جنوبی گوشہ میں قلعہ معلّٰی کے پیچھے تھا نواب وزیر الدولہ بہادر نے اس باغ کو ختم کر دیا تھا لیکن نواب ابراہیم علی خاں نے اس کو دوبارہ آباد کیا۔

اس باغ میں نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر پنجم فرمانروائے ریاست ٹونک نے اپنی رہائش کے لئے ایک کوٹھی تعمیر کرائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔نواب سعادت علی خاں صاحب اپنے آخری دور میں اسی گلزار باغ کی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔آپ کا انتقال بھی اسی کوٹھی میں ہوا۔ریاست کے جملہ امور بھی اسی کوٹھی سے انجام پاتے تھے۔یہ کوٹھی محکمہ ایجوکیشن کے پاس ہے اور اس میں سینیر سیکنڈری گرلس اسکول برسوں سے چل رہا ہے۔کوٹھی کے اندر کی عمارت سے شاہی آن بان اور شان نظر آتی ہے۔اندر جو سبزہ زار تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔

(۳) پکے بندے والی کوٹھی: (یہ کوٹھی نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں تیار ہوئی تھی۔کوٹھی کے پچھلے حصے میں پانی کا بندہ تھا۔کوٹھی پر سے برسات کے موسم میں یہ مناظر فطرت قابل دید تھے۔لوگ برائے تفریح اکثر یہاں آیا کرتے تھے۔ٹونک میں تفریح کے لئے ایک عمدہ اور دلفریب مقام تھا)

(۴) کچے بندے کی کوٹھی: (یہ کوٹھی بھی نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر نے تعمیر کرائی تھی۔باغ

نذرانۂ محفل میلادالنبی (ایک منظر)

پکّے بندے کی کوٹھی کا دلکش منظر

جامع مسجد

گول حویلی

انپورنا

پانچ مندر

ریاستی عہد میں محکمہ عدالت شرع شریف۔ حال محمود ریجا منزل ٹونک

رسیا کی ٹیکری

ریاستی عہد کا دربار ہائی اسکول (موجودہ آفس ضلع کلکٹر ٹونک)

کوٹھی ناتمام

مبارک محل کی دیواروں پر دلکش آرائش

رباط ٹونک خلیل الزمانی بیگم، مکہ معظمہ (اب منہدم کردی گئی)

ایجنسی بنگلہ، ٹونک

مچھلی بھون مختلف زاویوں سے

سنہری کوٹھی، ٹونک

بندے کے ذیل میں اس کے باغ اور کوٹھی کا ذکر کر دیا گیا ہے۔۔ یہ بھی موسم برسات میں قابل دید جگہ تھی۔ قدرتی مناظر سے لوگ یہاں لطف اندوز ہوتے تھے برائے تفریح یہ بھی نہایت دلفریب اور عمدہ مقام تھا۔

نذر باغ نواب امیر الدولہ بہادر نے ۱۲۴۰ھ میں قلعہ معلّٰی کے سامنے آباد کیا تھا۔ یہ باگ متصل محلہ امیر گنج مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ اس باغ میں پانچ کوٹھیاں عظیم الشان طلا کار نہایت دلچسپ طرح دار تعمیر کی تھیں۔

(۴) مچھلی بھون: نذر باغ میں ایک عمارت تھی جس کا نام مچھلی بھون تھا یہ عمارت بہت عمدہ عالیشان ہے اس مین ایک خوبصورت حمام بنا ہوا ہے۔

(۵) سنہری کوٹھی: اسی باغ (نذر باغ) کے بیچ میں ایک مقام شیش محل جس کا نام ہے کہ سراپا مطلی و مذہب اور قابل دید ہے وہ ایسا محل ہے کہ اس محل کی دید ہے نہ شنید ہے۔

نوٹ: تذکرۂ ٹونک مصنفہ صاحبزادہ عبدالتواب خاں نے ص ۲۹ - ۲۸ پر دیگر کوٹھیاں و عمارات کے ساتھ نذر باغ کے پختہ محلات اور مدرسہ اور جامع مسجد وغیرہ سب کو سرکار مرحوم (نواب ابراہیم علی خاں صاحب) کی یادگار بتلایا ہے۔

وہ آگے لکھتے ہیں:

''ان میں خاص کر دو عمارتیں تو بڑی قابل دید ہیں ایک تو جامع مسجد امیر گنج دوسری عمارت نذر باغ کی خاص بارہ دری ہے اس میں جو منقش کام اور آئینہ بندی اور چاندی سونے کے نقش ونگار اور بہت باریک مینا کاری نہایت عمدہ ہے وہ قابل دیکھنے کے ہے بہت سے بڑے بڑے یورپین صاحبان نے اسے دیکھ کر بہت ہی پسند کیا ہے اور بعض صاحبان نے تو یہاں تک ظاہر کیا ہے کہ ایسی صنعت وحرفت ہم نے اور کہیں نہیں دیکھی۔ یہ دونوں چیزیں بھی جیسا کہ اول بیان کر دیا گیا ہے بعہد نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر مرحوم ومغفور جنت آرم گاہ تیار ہوئی ہیں''۔

تاریخ ریاست ٹونک میں ہنومان پرساد سنگھل نے اس سنہری کوٹھی کی بابت تحریر کیا ہے کہ ''نظر باغ کی خاص بارہ دری کی تعمیر کا کام بھی انہی (نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر) کے عہد میں ہوا'' (ص ۱۷۴)

''امیر خاں کے حالات زندگی اور ان کا دور'' (۱۷۶۸-۱۸۳۴) از ڈاکٹر ایس. کے. بھرا (مترجم ثروت علی خاں) نے امیر خاں کی تعمیرات کے ضمن میں لکھا ہے کہ

''امیر خاں کو عمارتیں بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ اپنی ریاست کے مرکز کو انہوں نے کئی اہم عمارات سے مزین کیا ہے۔ ۱۲۳۵ھ (مطابق ۱۸۲۰-۱۸۱۹ء) میں ناہوں نے بھوم گڑھ کے قلعہ (امیر گڑھ) کی توسیع کی۔ اس کے

دفاع کو مستحکم کیا۔اس قلعہ میں نورمحل، رنگ محل، شیش محل ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ء-۱۸۲۰ء) میں مکمل ہوئے۔دیوان خاص ۱۲۳۹ھ (ستمبر ۱۸۲۳ء- اگست ۱۸۲۴ء) میں اور نواب کی رہائش گاہ کے لئے ایک محل ۱۲۴۰ھ (اگست ۱۸۲۵ء-۱۸۲۴ء) میں مکمل ہوا''۔

اس عبارت پر مترجم ثروت علی خاں نے لکھا ہے:

''اس محل میں جو نذر باغ کہلاتا ہے (اب محل نہ رہ کر محلّہ ہوگیا ہے) ایک قصر زرنگار جواب سنہری کوٹھی سے موسوم ہے امیر خاں نے ایسا بنوایا تھا جس کی نظیر شاید ایشیا بھر میں نہ ملے چونے پر آب طلائی سے لاجواب مینا کاری کی گئی ہے جس کی آب وتاب ہنوز قائم ہے۔اس قدرے چھوٹی مگر خوبصورت عمارت کو حکومت کے آثار قدیمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے بساون لال نے اپنے مخطوطہ کے آخری صفحات میں اس کی بجا طور پر تعریف کی ہے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں۔

''در توصیف دولت خانہ آں قصر زرنگار است...... مینا کارش......از بسکہ آب طلائی خالص خمیر و گلشن ساختہ اند گویا بحر طلائی موجزن انگیز است''۔

اس کی تعریف میں جو خوبصورت ہے اس کے مندرجہ ذیل شعر کے خط کشیدہ الفاظ سے تاریخ تعمیر ۱۲۴۰ھ نکلی ہے۔

بجستم چو تاریخ اواز سروش ندا دل ربا باغ آمد بگوش

(امیر نامہ ص ۴۷-۴۶)

تذکرۂ ٹونک اور تاریخ ریاست ٹونک میں اس سنہری کوٹھی کی تعمیر نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے دور میں ہونا بتلائی ہے، ایس. کے. [illegible] نے نواب امیر الدولہ کی تعمیرات میں قلعہ کی عمارات کا ذکر کیا ہے اور نواب صاحب کے خاص محل کا ذکر کیا ہے۔

اس محلِ خاص پر ثروت علی خاں (مترجم) کو تسامح ہوا ہے امیر نامہ کی جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے وہ اس سنہری کوٹھی کی نہیں بلکہ قلعہ معلّٰی میں نورمحل، رنگ محل، شیش محل میں سے کسی عمارت کی ہے۔امیر نامہ میں جو عبارت ''در توصیف دولت خانہ آں امیر کہ قصر زرنگار است'' اور ''ابیات در توصیف نگار و مذکور'' ذکر کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

در توصیف دولت خانۂ آں امیر کہ قصر زرنگار است

''از رنگ و آرائی نقاش خامہ در توصیف ایوان عالی مکانی است کہ بر آں مملکت بر آستانہ والا یش چوں نقش قدم سر بسجود در دادہ و جلا پردازی مصور قلم بتعریف مکان والا مقامی است کہ رئیسانِ اقالیم ببارگاہِ عامش کلاہِ فخر از سر نہادہ سبحان اللہ زہی دلکش مکانی کہ خلد حسرت کار زرنگارش رنگ از رخ باختہ و تبارک اللہ خہی و دلپسند ایوانی کہ مینواز رشک مینا کاریش بآب و تاب ساختہ از بسکہ آب طلائی خالص خمیر و آب و گلشن ساختہ اند گویا بحر طلائی موج انگیر یز (انگیز) است و بسکہ رنگ مینائی بآب حل استر کاریش نمودہ اند ہمانا سبزہ زار مینای جلوہ ریز آں سقف و دیوارش کہ از آئینہ بندی صورت نمای فردوس بریں است اگر بر مائی نگار خانہ چینِ جبین برابرو کشد می سزد و بر طاق محرابش کہ از رنگ پاشی مینا چہرہ نیاز نمای ریاض جنت است اگر بہ پیشکش ردای خطا خطا گیردمی ارزد بر اطرف دیوارش نقش و نگار ملون کشیدہ تا نگار خانہ مانی کرد سراپایش گردید اگر مانی نقشہای دیوان ایں ایوان میدید چوں صورت دیوار از جا نمی جنبد و اگر بہزار از گلستان خویش گل نظارہ مچید چوں غنچہ سر بگریباں حسرت می کشید باللہ عجب فرحت افزا مکانیست کہ ہر بستہ خاطری کہ چوں غنچہ یکدم بہوش و ہواداری کند دلش از شگفتگی چوں گل بکشد مہر سوختہ دلے کہ چوں شمع بر بساط محفلش یک لحظہ جا گرم کند سینہ اش نور و سرور جاودانی حاصل نماید ہنگام خوش ادا مسمی جہاں نما کہ ہر گوشہ بالا خانہ ہویداست بکار خانہ صد جہاں حسن و خوبی از آئینہ ہایش رو نماید و اگر در مقابلہ قبہ اش قبہ خورشید سپر انداز در واست و کنگرہ اش بر قصر قیصر خندہ دنداں نما زند بجاست الٰہی تا قبہ ہائ مہر و ماہ و زیب افزای گنبد سپہر است دولت خانۂ اقبالش بمصباح مراد روشن شود و کاشانۂ دولتش باقدام میمنت لزومش باد بالنون والصاد۔

ابیات در توصیف نگار مذکور

بنا فرمود چون عالی مکانے — امیر الدولہ نواب والا

سر و سر خیل خسرو ازان عالم — ز صیت فیض او شد شہرہ ہر جا

بہ پیش جود آن فیاض دوران — نگیرد نام حاتم کس بدنیا

بمیدانی کہ کرد او رخش جولان — بیکدم شد قیامت آشکارا

زکین بگرفت چون او تیغ در دست — چو گوہر داشت ازین فرق اعدا

بہم گرگ و غنم در دور عدلش — ہمی نوشید باہم آب یکجا

بدر او زبس دین را رواج است | بنائے کفر زائل شد سراپا
بناف نافہ گردیدہ کرہ بود | زخلقش باد چوں شد طرف صحرا
پئے تفریح دل در قلعۂ خاص | بنا کردہ مقامی زینت افزا
بخوبی ہا بعالم بس ثمر شد | سر خود زد عدو بر سنگ خارا
پی آب و گلشن بس صرف کردند | ز یاقوت و گہرد زر زدنبا
ز نور انپاشی آن زور و گوہر | تو گوئی جلوۂ صد مہر پیدا
ز توصیفش سخن دیگر چہ دانم | کہ بیکا راست اینجا فکر شعرم
ز ذات آن مکین این فیض منزل | الٰہی تا ابد آباد بادا

چو شادان جست تاریخ بنایش
خرد گفتا مقام عشرت افزا

(امیر نامہ مخطوطہ ادارہ ہذا)

اس منظومہ میں ایک شعر بساون لال شاداںؔ نے اس طرح تحریر کیا ہے۔

پئے تفریح دل در قلعہ خاص
بنا کردہ مقامے زینت افزا

اس شعر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصر زرنگار قلعۂ معلیٰ میں تھا نہ کہ نذر باغ میں۔ اس طرح بساون لال شاداں نے امیر نامہ میں اور استاد آبرو نے حدیقہ راجستان تاریخ ٹونک میں نذر باغ کی بنا سے متعلق جو قطعہ درج کیا ہے اس میں یہ شعر ہے۔

میانش مکانے عجب دلکشا
کہ شد جلوۂ باغ او پرضیا

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سنہری کوٹھی نذر باغ کی سنہری کوٹھی ہے بعض حضرات نے امیر نامہ میں قصر زرنگار سے اس کوٹھی کو قصر زرنگار قرار دیا ہے جو غلط ہے۔ امیر نامہ کا قصر زرنگار قلعۂ معلیٰ میں تھا جو آج بالکل منہدم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ تمام کوٹھیاں بھی جو وہاں تھیں ختم ہو چکی ہیں۔

حالانکہ نذر باغ کی یہ سنہری کوٹھی بھی ایک ایسی کوٹھی ہے جو بے مثال ہے اور اس میں بھی سونے کا کام ہو رہا

ہے۔

ادارہ ہذا سے شائع شدہ کتاب ''ٹونک کی مہانتا کے دو مینار'' میں جو ہندی زبان میں ہے، لکھا ہے۔

''یہ قصر زرنگار یعنی سنہری کوٹھی ٹونک کے شاہی محلات کے احاطے میں نذر باغ کے درمیان مینا کار چار دیواری کی بالائی منزل میں واقع ہے...... اس سنہری کوٹھی پر جانے کے لئے شمال کی جانب ایک زینہ بنا ہوا ہے...... اس کے دروازے میں قدم رکھتے ہی دل خوش ہو جاتا ہے روح میں تازگی آجاتی ہے اور آنکھوں میں سما جانے والا ایسا منظر سامنے آتا ہوتا ہے جس کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ ہو...... کوٹھی کیا ہے جنت کا ایک خوبصورت محل ہے...... یہ کوٹھی اپنی خوبصورتی، نزاکت، صفائی، رنگینی اور مینا کاری کی وجہ سے ہر دیکھنے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے۔ اندر داخل ہونے کے باہر آنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کوٹھی میں چھوٹے بڑے دس دروازے ہیں۔ تین دروازہ مغرب کی طرف اور تین مشرق کی طرف اور دو دروازے جنوب کی جانب اور دو دروازے شمالی سمت میں ہیں جس میں سے ایک دروازہ داخلہ کا مخصوص دروازہ ہے۔ تمام دروازوں پر رنگین مینے اور کانچ کے کام کے لکڑی کے کنواڑ ہیں۔ ان میں خوبصورت رنگ برنگ شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں پر بھی سنہری کام ہو رہا ہے جب سورج ڈھلتا ہے تب ان رنگ برنگ کے کانچوں کا عکس کوٹھی پر ہوئے سنہری کام پر پڑتا ہے تو یہ منظر اور بھی خوبصورت ہو جاتا ہے۔ مغربی سمت میں ایک خوبصورت شہ نشین ہے اس پر سونے کا کام بھی بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ یہ کوٹھی مربع دو حصوں میں ۵-۵ دروازوں کے دالان میں ان دروں کے ہر در پر الگ الگ کام ہو رہا ہے۔ یہ در محراب دار ہیں جو خوبصورت پاؤں پر ٹکے ہوئے ہیں...... ایسا لگتا ہے کہ اس کوٹھی میں کندن کا زیور چڑھا دیا گیا ہو۔ اس کے دونوں حصوں کی چھت گہری گلابی رنگ کی ہے جس پر سونے و مینا کے گلدستے بنائے گئے ہیں اور شیشے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی چھت کے درمیان میں سونے کے تھال کا پھول بنا ہوا ہے۔ دوسرے دو حصوں کی ایک بڑے محراب والے در پر ٹکی ہوئی ہے۔ یہ محراب بھی طلائی مینا کار ہے...... یہ بڑی محراب عید کے چاند کی طرح ہے...... چھت کے گردنوں پر بھی مینا اور سونے کا کام کیا ہوا ہے...... کوٹھی میں دیواروں پر چھ بڑے بڑے شیشے سنہری فریموں میں آمنے سامنے لگے ہوئے ہیں...... یہ شیشے پوری کوٹھی میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ یہ شیش محل نہ ہوتے ہوئے بھی شیش محل معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے حصے کی جنوبی و شمالی دیواروں میں چھ چھوٹے چھوٹے شیشے سنہری فریم میں لگے ہوئے ہیں ان شیشوں میں کوٹھی کے در و دیوار کا سونے کا کام نظر آتا ہے...... ایک وقت تھا جب اس کوٹھی کے آس پاس اور چاروں طرف خوبصورت اور ہرے بھرے باغ تھے...... پھلواری لگی ہوئی تھی اور کوٹھی میں قیمتی ایرانی قالین بچھے ہوئے

تھے..... یہاں کی ہر صبح، صبح بنارس اور ہر شام، شام اودھ سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ یہاں شان وشوکت کے دربار لگتے تھے۔ مستقبل کے پلان بنائے جاتے تھے رعایا کی قسمت کے فیصلے ہوتے تھے..... یہ وہ کوٹھی اور وہ باغ تھا جس میں عوام کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ بڑے بڑے امراء وافسران اس میں داخلہ کیا اجازت کو اپنا اعزاز تصور کرتے تھے اس کے در ودیوار اور اس کی فضا بہت سے کہانیوں، داستانوں کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

اس کوٹھی کے در ودیوار گونگے ضرور ہیں لیکن اندھے نہیں ہیں بڑے بڑے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں، غم بھی دیکھا ہے اور خوشیاں بھی سالگرہ ومسند نشینی کی خوشیاں دیکھی ہیں تو نوابین ریاست کی موت کے صدمہ بھی۔

لیکن آہ آج یہ باغ ویران ہے، اداس ہے، اس کے در ودیوار خاموش ہیں اور خاموشی کی زبان سے کہہ رہے ہیں۔

مل گئے خاک میں سب اس کے بسانے والے
کچھ شجر ہائے کہن اب ہیں برائے دمساز"

(ص ۱۶-۱۰)

مندرجہ بالا تحریر صرف اس کوٹھی کی تعریف میں تھی لیکن کس نے بنائی، کب بنی اس میں تحریر نہیں کیا ہے۔

ثروت علی خاں نے اپنے مندرجہ بالا نوٹ میں اس کی تعریف میں جو قصیدہ کا حوالہ دیا ہے اور ایک شعر پیش کیا ہے وہ بھی اس سنہری کوٹھی کا نہیں بلکہ نذر باغ کی تاریخ کا سال ہے جس سے ۱۲۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

اس طرح یہ سنہری کوٹھی نواب امیر الدولہ نے تعمیر کرائی تھی نذر باغ کی عمارت کے ساتھ اس کی تعمیر کی گئی تھی نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد حکومت میں اس میں مزید طلائی اور میناکاری کا کام کیا گیا اور اس کی تعمیر کا اختتام نواب محمد ابراہیم علی خاں کے عہد میں ہوا ہے۔

(۶) رنگین کوٹھی

(نوٹ: سنا ہے کہ یہ کوٹھی نظر باغ میں، نواب ابراہیم علی خاں نے اپنی چوتھی بیگم نواب ملکہ رفیع الزمانی بیگم صاحبہ کے لئے بنوائی تھی)۔

(۷) چبوترے والی کوٹھی

(۸) دیگر کوٹھیاں نذر باغ

(۱۱) گنج ومحلے

(۱) محلہ چھاؤنی: ۱۲۲۱ھ میں مختار الدولہ بہادر حضرت نواب امیر الدولہ امیر الملک نواب محمد امیر خاں کے

حکم سے اس شہر پرگنہ ٹونک کے عامل مقرر کئے گئے انہوں نے رسیا کی پہاڑی کے دامن میں (محلّہ) چھاؤنی کی بنیاد رکھی۔ نواب وزیرالدولہ بہادر نے اپنے عہد حکومت میں اس چھاؤنی کا نام کمپودوم رکھا اور یمین الدولہ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر کے عہد دولت میں کمپودوم سے بدل کر کمپوحیدری رکھا گیا۔

(نوٹ: آج بھی رسیا کے دامن میں یہ محلّہ آباد ہے اور نام اولی ''چھاؤنی'' آج بھی زبان زد خاص و عام ہے اور اسی نام سے یہ محلّہ مشہور و معروف ہے)

(۲) محلّہ بہیر: نواب امیر الدولہ بہادر نے ۱۲۲۳ھ میں جب رود بناس (گھلو گھاٹ) پر اپنے لشکر کو فروکش کیا تھا اور ریاستی عہد سے قبل یہاں مکانات تعمیر کرائے تھے اور اس آبادی کو بہیر کے نام سے موسوم کیا تھا۔
(نوٹ: آج بھی یہ آبادی بہیر ہی کے نام سے موسوم ہے۔)

(۳) محلّہ امیر گنج: ۱۲۴۴ھ میں نواب امیر الدولہ بہادر نے اپنے نام (جبکہ وہ ریاست ٹونک پر حکمراں کی حیثیت سے قابض و متصرف ہوئے) ایک گنج آباد کیا اور قائم کیا تھا اس محلّہ کا نام اپنے نام کی مناسبت سے امیر گنج رکھا۔ اس قطعہ سے اس کے بنانے کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

گنج بنا نمود چو نواب نامدار — از خرمی پرست و سراسر تہی زرنج
تاریخ آں بجست چو شاداں زہاتفے — گفتا ز دلکشاست ز نامِ امیر گنج

۱۲۴۴ھ — م — ۱۸۸۲ء

(نوٹ: ریاستی عہد کا یہ قدیم محلّہ امیر گنج آج بھی اسی نام سے آباد ہے چونکہ شہر ٹونک کی جامع مسجد اسی محلّہ میں ہے اور اس محلّہ کا آغاز بھی اسی مسجد سے ہوتا ہے اس لئے اس مسجد کا نام بھی جامع مسجد امیر گنج مشہور و معروف ہوگیا)۔

(۴) محلّہ وزیر گنج: محلّہ امیر گنج نواب امیر الدولہ نے آباد کیا تھا تو اس امیر گنج کی آبادی کے بعد نواب امیر الدولہ بہادر نے حکم فرمایا کہ ہمارے فرزند ارجمند (نواب وزیرالدولہ بہادر) کے نام نامی اسم گرامی سے بھی ایک گنج (محلّہ) کا قیام عمل میں لایا جائے۔ آپ کے فرمانے کے بعد نواب وزیرالدولہ بہادر کے نام سے ''وزیر گنج'' کا نام عمل میں آیا۔

(نوٹ: آج بھی یہ محلّہ وزیر گنج کے نام سے آباد ہے س محلّہ میں ایک مسجد جونذر باغ سے متصل ہے اسی محلّہ کی وجہ سے

مسجد وزیر باغ کہلاتی ہے)۔

(۱۲) تکیہ، مزار و مدرسہ وغیرہ

(۱) مدرسہ موتی باغ: نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر موتی باغ کے تالاب کے شمالی رخ پر ایک مدرسہ مدرسہ خلیلیہ کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔

(بعد ختم ریاست اس عمارت میں دارالعلوم امیریہ کے نام سے ایک مدرسہ شروع کیا گیا تھا ایک زمانہ ہوا بند ہو گیا ہے) اب یہ جگہ (مدرسہ) بالکل ویران ہے۔

(۲) دارالعلوم خلیلیہ نظامیہ: (نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں علامۃ الہند حکیم سید برکات احمد صاحب نے ۱۸۹۹ء میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اور نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب کا تخلص خلیل تھا اس مناسبت سے اس مدرسہ کا نام دارالعلوم خلیلیہ رکھا گیا۔

جب آپ نواب صاحب کے طبیب خاص مقرر ہوئے تو اس وقت آپ نے درس وتدریس کی خدمات میں بھی اضافہ فرمادیا۔ آپ کے درس میں ٹونک اور بیرون ٹونک سے طلباء شرکت کرتے تھے اور نہایت جانفشانی لگن اور محنت کے ساتھ آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے درس وتدریس کی زمانہ بھر میں ایسی شہرت ہوئی کہ دور دراز سے لوگ آپ کے پاس برائے حصول تعلیم آنے لگے اور آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے لگے۔ آپ کی مسند رشاد صبح پانچ بجے سے رات گیارہ بجے تک جاری رہتی تھی جب طلباء کی زیادہ تعداد ہو گئی تو آپ نے مدرسہ کی ابتداء کی اور مزید مدرسین کا تقرر کیا اور ایک عالم آپ سے سیرابی حاصل کرتا رہا۔ برکاتی فیوض سے برکات برستی رہیں اور برکاتی فیوض کا یہ سرچشمہ راجستھان کے نخلستان کو ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کو سیراب کرتا ہوا مصر، بخارا، ہرات، تاشقند، سرحد وکابل ازبکستان اور ماوراالنہر کے دشت ودمن تک کو سیراب اور سدابہار کر گیا۔ آج بھی یہ مدرسہ جاری وساری ہے۔

(۳) دارالعلوم ناصریہ: (۱۳۱۸ھ میں اندازاً) مدرسہ ناصریہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور مولان حیدر حسن خاں صاحب اور مولانا محمد علی صاحب عرف مولوی ننھے صاحب اس میں مدرس رہے اور درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ اس دور میں صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب مدرسہ کے سرپرست تھے۔ اس مدرسے نے بھی علوم عربیہ وفارسیہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔ آج بھی یہ مدرسہ جاری وساری ہے۔

(۴) دارالعلوم فرقانیہ ٹونک: یہ دارالعلوم مولانا حیدر حسن خاں کا قائم کردہ ہے۔ جب آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تھے آپ نے وہاں دارالعلوم فرقانیہ لکھنؤ کو دیکھا تھا۔ ٹونک میں قرآن مجید کی تعلیم بالتجوید نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید کو بالتجوید پڑھنے کی طرف توجہ فرمائی اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ نے ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۴ھ میں دارالعلوم فرقانیہ ٹونک کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ نے بھی بڑی خدمات انجام دیں ہیں اور آج بھی یہ مدرسہ تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔

(۵) دارالعلوم امیریہ: اس مدرسہ کی بابت مولانا عمران خاں رقم طراز ہیں:

''۵۸-۱۳۵۷ھ میں جب مولانا (حیدر حسن خاں صاحب) لکھنؤ سے مستقلاً ٹونک منتقل ہو گئے یہ وہ زمانہ تھا جب نواب سعادت علی خاں صاحب والی ریاست تھے اور مدرسہ امیریہ ٹونک کی توسیع و ترقی کے سلسلے میں اقدام فرمانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جامع مسجد ٹونک کے جدید غربی حصہ میں (اس مدرسہ کا قیام عمل میں آیا) اور مولانا حیدر حسن خاں صاحب) مدرس اول اور والد صاحب (قاضی حکیم مفتی محمد عرفان خاں صاحب ناظم عدالت شرع شریف ٹونک) مدرس دوم مقرر کئے گئے۔ (اس مدرسہ) کے افتتاح کے موقع پر خود نواب صاحب تشریف لائے اور مولانا (حیدر حسن خاں صاحب) سے بخاری کا درس لے کر مدرسہ کا افتتاح کیا''۔ (تذکرہ علمائے ٹونک، ص ۸۰)

(بعد میں شاید یہ مدرسہ موتی باغ کے مدرسہ میں منتقل کر دیا گیا اور پھر بند کر دیا گیا)

مندرجہ بالا مدارس کے علاوہ مدرسہ تعلیم الاسلام، مدرسہ فیض جاری، مدرسہ امین العلوم کے علاوہ دوسرے مدارس بھی درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ٹونک میں دو تکیہ بھی بہت زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) تکیہ کلاں

(۲) تکیہ خورد

ٹونک میں بزرگان دین کے مزار بہت ہیں لیکن دو مزار بہت زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

(۱) نوغزے بابا کا مزار: حضرت مرزا سید محمود شاہ سید الشہداکا مزار پُر انوار جو نوغزہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مزار موضع شوپری کے پہاڑ کے قریب (بناس کے فریز ربرج کے پاس) شہر سے دو کوس کے فاصلے پر مشرق جانب شمالی کنارے پر واقع ہے۔ اس کے قریب اور بھی مزارات ہیں اور مکانات پختہ بنے ہوئے ہیں۔

(اس مزار کے آس پاس جدید عمارات تعمیر کی جا رہی ہیں۔ نوغزے پر موسم برسات میں لوگوں کا میلا لگا رہتا ہے۔ شہر و اطراف یہاں تک کہ شہر سے باہر کے حضرات بھی یہاں برائے تفریح آتے ہیں۔ یہ مقام چونکہ ندی بناس کے بالکل قریب ہے اس لئے موسم برسات میں بڑا دلفریب منظر ہوتا ہے)

(۲) **گلاب شاہ پیر کا مزار:** شہر ٹونک سے دور ایک کوس کے فاصلے پر حضرت گلاب شاہ پیر صاحب کا مزار لب سڑک بند پختہ (پکہ بندہ) واقع ہے۔

(حدیقہ راجستان تاریخ ٹونک)

☆☆☆

ریاست ٹونک کا ایڈمنسٹریشن (انتظامیہ)

انگریزوں سے ۱۸۱۷ء کے معاہدہ کے تحت امیر الدولہ نواب امیر خاں ریاست ٹونک کے نواب ہوئے۔ انہوں نے ۱۸۳۴ء سے ۱۸۶۴ء تک حکومت کی۔ ۱۸۳۴ء سے ۱۸۶۴ء تک نواب محمد وزیر خاں نواب رہے۔ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک نواب محمد علی خاں صاحب نے حکومت کی۔ نواب محمد علی خاں کی معزولی کے بعد امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ سر محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر صولت جنگ جی.سی.آئی.ای.، جی.سی.ایس.آئی. نے اسٹیٹ کونسل کی مدد سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ممبران کونسل درج ذیل تھے۔

۱۔ ہوم ممبر صاحبزادہ محمد اسحق خاں صاحب

۲۔ فنانشیل ممبر صاحبزادہ عبدالوہاب خاں

۳۔ جوڈیشیل ممبر ایس.ٹی. ہالنس

۴۔ ریوینیو ممبر کیپٹن ویب

ریاست کی رپورٹ آن دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ اور گزیٹیر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۴ء تک جو بھی دستیاب ہوسکیں ان کے مطابق ریاست ٹونک کا نظام حکومت پر روشنی ڈالنے کی سعی اور کوشش کی گئی ہے۔

۱۳۲۵ فصلی (۱۸-۱۹۱۷ء) نواب حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر

رقبہ ۱۶۳۳۹۹۸/ ایکڑ

آبادی ۳۰۲۹۲۲

جوڈیشیل ممبر عبدالکریم خاں

جنرل فوج صاحبزادہ عبدالمنعم خاں

۱۳۲۶ فصلی (۱۹-۱۹۱۸ء) بعہد نواب سر حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر

رقبہ ۱۶۳۳۹۹۸ ایکڑ

آبادی ۳۰۲۹۲۲

جوڈیشیل ممبر عبدالکریم خاں، صاحبزادہ عبدالمنعم خاں

۱۳۲۷ فصلی (۲۰-۱۹۱۹ء) بعہد نواب سر حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب

رقبہ ۱۶۳۳۹۹۸ ایکڑ

آبادی ۳۰۲۹۲۲

ہوم ممبر صاحبزادہ عبدالرحیم خاں

ریوینیو اینڈ فنانشل ممبر (ممبر مال) دیوان بہادر لالہ موتی لال

جوڈیشیل ممبر صاحبزادہ عبدالوہاب خاں صاحب

۱۳۲۹ فصلی (۲۲-۱۹۲۱ء) بعہد نواب ابراہیم علی خاں صاحب

رقبہ حسب مذکور

آبادی حسب مذکور

ہوم ممبر صاحبزادہ محمد اسحاق خاں

ممبر فائنانس صاحبزادہ عبدالوہاب خاں

جوڈیشیل ممبر مسٹر ایس. ٹی. ہالنس

ریوینیو ممبر کیپٹن ڈبلو. ایف. ویب

۱۳۴۰ھ فصلی (۳۳-۱۹۳۲ء) نواب سعادت علی خاں

رقبہ ۲۵۵۳ر اسکوائر میل

آبادی ۳۱۷۳۶۰

(کرنسی) سکہ رائج الوقت چنور شاہی۔ٹونک اور پرگنہ علی گڑھ میں اور باقی پرگنوں میں برٹش کلدار روپیہ

آفیشیل ایئر یکم نومبر سے ۳۱ر اکتوبر تک

ممبران کونسل

نائب صدر (وائس پریسیڈنٹ) میجر ڈی فریزر

ہوم ممبر صاحبزادہ عبدالتواب خاں

جوڈیشیل ممبر شیخ سلیم بخش

ریوینیو ممبر محمد شفیع خاں (یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے ۲/۱۲/۱۹۳۲ء تک)

ایضاً محمد شیخ غلام بہاؤالدین ۲۱۔۱۲۔۱۹۳۲ء تا ۳۱۔۱۰۔۱۹۳۳ء

ایضاً محمد اسداللہ خاں ۷۔۲۔۱۹۳۳ء سے ۳۱۔۱۰۔۱۹۳۳ء تک

۱۳۴۳ فصلی (۳۶-۱۹۳۵ء)

رقبہ ۲۵۵۳ر اسکوائر میل

آبادی ۳۱۷۳۶۰

سکہ چنور شاہی حسب مذکور

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائننشیل ممبر میجر آر.آر. برنیٹ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء سے ۷ر اپریل ۱۹۳۶ء تک

ایضاً لیفٹیننٹ جی.ڈبلو.اینڈرسن ۸ر اپریل ۱۹۳۶ء سے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۶ء تک

ہوم ممبر خان بہادر صاحبزادہ محمد عبدالتواب خاں

جوڈیشیل ممبر خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب

ریونیو ممبر شیخ غلام محمد بہاء الدین

۱۳۴۶ فصلی (۳۷-۱۹۳۶ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ایضاً

سکہ ایضاً

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائنینشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	مولوی مولیٰ بخش صاحب

۱۳۴۵ فصلی (۳۸-۱۹۳۷ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ایضاً

سکہ ایضاً

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائنینشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۴۸فصلی (۳۹-۱۹۳۸ء)

رقبہ حسب مذکور	
آبادی ایضاً	
سکہ ایضاً	
وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائننشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	خان بہادر مولوی شمس الحسن
ریونیو ممبر	سید نصیر الدین حیدر
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۴۹فصلی (۴۰-۱۹۳۹ء)

رقبہ حسب مذکور	
آبادی ایضاً	
سکہ ایضاً	
وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائننشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۴۸فصلی (۴۱-۱۹۴۰ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ۳،۵۷،۹۳۵

سکہ کلدار (Demontized in to Kaldar)

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائنینشل ممبر	ڈی.ای.اوزئیر (نومبر ۱۹۴۰ء سے)
ہوم ممبر	صاحبزادہ عبدلتواب خاں
جوڈیشیل ممبر	لالہ نارائن داس (جنوری ۱۹۴۱ء سے)
ریونیو ممبر	نصیرالدین حیدر
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۴۹فصلی (۴۲-۱۹۴۱ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ایضاً

سکہ ایضاً

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائنینشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۵۰فصلی (۴۳-۱۹۴۲ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ایضاً

سکہ ایضاً

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائینشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	حسب مذکور
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

۱۳۵۱فصلی (۴۴-۱۹۴۳ء)

رقبہ حسب مذکور

آبادی ایضاً

سکہ ایضاً

وائس پریسیڈنٹ اینڈ فائینشل ممبر	حسب مذکور
ہوم ممبر	ایس.ایم.میر (۲۰ جنوری ۱۹۴۴ء سے)
جوڈیشیل ممبر	حسب مذکور
ریونیو ممبر	حسب مذکور
ڈولپمنٹ ممبر	حسب مذکور

☆☆☆

ریاستی عہد میں عدالت شرع شریف ٹونک

ریاست کے وجود میں آنے کے بعد نواب امیر الدولہ کے عہد میں یہاں عدالت شرع شریف کا قیام عمل میں آچکا تھا اور اس عدالت شرع شریف کا سب سے پہلا ناظم مولوی مفتی محمد صاحب کو بنایا جا چکا تھا۔ مفتی محمد، نواب امیر الدولہ کے بلانے پر رامپور سے ٹونک تشریف لائے تھے۔ اس عہد میں دیوانی فوجداری اور مال کے تمام مقدمات کا فیصلہ عدالت شرع شریف ٹونک ہی سے ہوتا تھا۔ یہ عدالت خالص اسلامی اور شرعی طریقوں پر تمام مقدمات کا فیصلہ کرتی تھی اور اس عدالت کی یہ بھی خوبی تھی کہ یہ عدالت صرف مسلمانوں کے لئے نہ تھی بلکہ غیر مسلم حضرات بھی اپنی فریاد اور دادرسی کے لئے اس عدالت سے اپنے مقدمات اور معاملات فیصل کراتے تھے چونکہ اس عدالت میں جو فیصلہ ہوتا تھا وہ اسلامی طرز پر قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں کیا جاتا تھا اور منصفانہ طور پر پیچیدہ مسائل کا حل اور عائلی اور فقہی سوالات کے جوابات اور باہمی نزاع وجھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا تھا لہذا ریاست ٹونک کی اس عدالت شرع شریف کا ٹونک اور راجپوتانہ میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک ہندوستان یہاں تک کہ بیرون ہند میں بھی شہرہ ہونے لگا اور انصاف پسندی کی شہرت اتنی بڑھی کہ ہندوستان کے علاوہ بیرون ممالک کے سوالات کے استفتاجات اس عدالت میں پہنچنے لگے اور اس عدالت سے ان کے جوابات دئے جانے لگے جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ بیرون ملک کے استفتاجات عدالت شرع شریف ٹونک میں برائے جواب آنے سے متعلق محترم جناب مولانا حکیم مفتی احمد حسن خاں صاحب ''کتاب الطلاق'' کی جلد اول کی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ٹونک کا محکمہ شرعیہ [عدالت شرع شریف] اپنی عظمت وعلمی رفعت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا ہندوستان ہی سے نہیں اطراف واکناف سے استفسارات آتے، ممتاز مفتیان جواب دیتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ سعودی عرب تک سے اس ادارے میں سوالات آئے ہیں۔ ٹونک کے اس مرکزی مقام سے جوابات دے کر علماء کے اتفاقی دستخطوں اور مواہیر کے ساتھ سائلین ومستفتیان کو بھیج دیا جاتا تھا سوال ناموں کی مع جوابات نقلیں محفوظ رکھی جاتی تھیں، ان علمی اور فقہی معلومات کا بڑا ذخیرہ انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ وموجود ہے''۔ ان

استفتاجات کے علاوہ دیگر معاملات کے فیصلے بھی یہاں موجود ہیں جن کی اسلامی فقہ میں بڑی اہمیت ہے۔

ٹونک کی عدالت شرع شریف کا یہ ذخیرہ وہ ذخیرہ ہے جو نایاب ہونے کے ساتھ بڑا اہم اور معلوماتی بھی ہے، اس ذخیرہ میں کتاب الایمان، عقائد، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح وعدت، مہر وطلاق ونفقہ، ہبہ ووقف، ترکہ و میراث، رضاعت وحضانت، ارتداد وکفر، اجارہ وبیع ورہن، ہبہ ومعاہدہ، حضر واباحہ، شہادت، ولایت، بیعت و مضاربت، غسل وتدفین میت، خلع ولعان، حق شفع، حق آبچک، وقف ووصیت، رویت، ہلال، صید وشکار، اعتکاف و قربانی، ولی ومتبنیٰ، کے ہزاروں مسائل کے علاوہ تہمت ونسبت، معاملات ومنشیات، سپردگی زوجہ، تعلیم نسواں، اسقاط حمل، نذر ونیاز، تہذیب وسجادہ نشینی، تعظیم والدین، تمسک ومختنانہ، ڈگری ولاٹری، تعلیم وتعلم، قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ سے متعلق ہزارہا مسائل کے شرعی جوابات اور فقہی توجیہات جو شہرۂ آفاق علمائے کرام کے ذریعہ وجود میں آئیں، یہاں اس ذخیرہ میں موجود ومحفوظ ہیں اور مندرجہ بالا تمام موضوعات اسلامک اسٹڈیز کے طالبان تحقیق اور ریسرچ اسکالرس کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

عدالت شرع شریف میں مقدمات کا فیصل کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ فریادی ناظم عدالت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اپنی مکمل بات کہتا تھا۔ ناظم صاحب اس سے سوالات بھی کرتے تھے اور بعد میں مدعا علیہ سے اس کی وضاحت ہوتی تھی اور ناظم صاحب اس قضیہ پر اپنا فیصلہ سنا دیا کرتے تھے۔ اس فیصلے پر ناظم صاحب کی خود کی اپنی مہر اور دیگر مفتیان کرام کی مہور ثبت کی جاتی تھیں اور نواب صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا نواب صاحب اس فیصلہ شرعی کی توثیق فرمادیا کرتے تھے۔ یہاں کے حکمران ریاست بھی عدالت شرع شریف کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کیا کرتے تھے۔ ان مفتیان کرام کی رائے پر اپنی رائے کا اظہار کرنا بھی سوئے ادبی خیال کیا جاتا تھا۔ قیام عدالت سے یہی سلسلہ آخر تک چلتا رہا۔ عدالت شرع شریف کے اس اختصاص کی بنا پر یہ ریاست دوسری اسلامی ریاستوں سے ممتاز ومنفرد نظر آتی ہے۔

اس عدالت کے مفتیان کرام کے ذریعہ جائے نزع اور جھگڑے وفساد کی صورت میں مقامات کا معائنہ بھی کرایا جاتا تھا۔ ہر مفتی اپنی اپنی پوری تحقیقی رپورٹ ناظم عدالت کی خدمت میں پیش کرتا تھا اور ان مفتیان کرام کی رپورٹ کے ذریعہ ناظم صاحب اپنا فیصلہ دیا کرتے تھے۔ صیغۂ اوقاف بھی اس عدالت کے ماتحت کردیا گیا تھا۔ اس طرح مساجد کا نظم ونسق بھی یہی عدالت کرتی تھی۔ نکاح وطلاق کے تمام امور بھی اسی عدالت کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے تھے۔ جملہ قاضی صاحبان ہر ہر ماہ اپنے اپنے حلقہ کے نکاح کے گوشوارے عدالت شرع شریف میں ناظم

صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور طلاق ناموں کی تصدیق بھی اسی عدالت کے ذریعہ ہوتی تھی۔

مندرجہ بالا عدالت شرع شریف کا تمام ریکارڈ ادارۂ ہٰذا مولانا ابوالکلام آزاد عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان ٹونک کے شعبۂ بیت الحکمت میں محفوظ ہے۔

بیت الحکمت اس ادارہ کا اہم شعبہ ہے، ادارۂ ہٰذا نے اس کے دو حصے کئے ہیں:

(۱) دستاویزات عدالت شرع شریف ریاست ٹونک،

(۲) دستاویزات منشی خانہ حضوری ریاست ٹونک۔

اول الذکر دستاویزات عدالت شرع شریف کے ختم ہونے اور ریاست ٹونک کے راجستھان میں انضمام ہو جانے پر سیشن جج عدالت ٹونک کے ریکارڈ خانہ میں بھیج دیا گیا تھا جہاں یہ ریکارڈ بعد ختم ریاست شاید گمنامی کی نذر ہو جاتا، لہٰذا اس ریکارڈ کی علمی و تاریخی اہمیت کے پیش نظر ادارۂ ہٰذا میں منتقل کرایا گیا، یہ وہی دستاویزات ہیں جن میں اسلامی فقہ کے ہزارہا مسائل بکھرے پڑے ہیں خانگی اور عائلی امور اور مندرجہ بالا موضوعات اور اہم مسائل پر استفتاجات موجود ہیں۔

ثانی الذکر دستاویزات منشی خانہ حضوری کے ریاست ٹونک کے منشی خانہ دفتر پرائیویٹ سکریٹری اور توشک خانہ کے ریکارڈ پر مشتمل ہے۔ اس ریکارڈ سے محلات خاص نواب صاحب کے معمولات باورچی خانہ، آبدار خانہ، دوا خانہ، خیاط خانہ، بگھی خانہ، و فیل خانہ وغیرہ کی معلومات فراہم ہوتی ہے اور نواب صاحب کے محلات سے متعلق معاملات بھی اجاگر ہوتے ہیں اور محلات کی آسائش و رہائش، سامانِ زیب و زیبائش، آمد و خرچ کی نوعیت و کیفیت کا پتا بھی چلتا ہے۔ اناج کپڑے اور زیورات کی قیمتیں ریاست کے انتظامی معاملات نظم و نسق اور قواعد و ضوابط کے ساتھ ریاست کی حکمرانی کے طریقۂ کار کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

پولیٹکل ایجنٹ اور ریاستی حکمرانوں کے درمیان خط و کتابت، انگریزی خطوط کے اردو ترجمہ وغیرہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس سے برٹش حکومت کے طریقہ کار، روساء سے ان کے تعلقات ریاستوں کے درمیان ان کے انتظامات اور ہدایات کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ریاست سے باہر لوگوں سے خط و کتابت اور مختلف تنظیموں اور تحریکات سے ریاست کا تعلق بھی اس سے واضح ہوتا ہے۔ ریاستی دور کا وہ خفیہ ریکارڈ جس کی خبر کسی کو نہیں ہوتی تھی یہاں محفوظ ہے۔ غرض اس منشی خانہ کی تمام دستاویزات سے ریاست کی تہذیب و ثقافت، آرٹ اور کلچر، ریاست کا مالی نظام اور حکمرانی کے طور طریق وغیرہ کی معلومات فراہم ہوتی ہے۔ یہ دستاویزات ریاست کی اقتصادی اور تاریخی

اہمیت کو واضح کرتے ہیں اور بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ادارۂ ہذا میں عدالت شرع شریف ٹونک اور منشی خانہ حضوری کی مجملاً تفصیل پیش خدمت ہے:

عدالت شرع شریف ٹونک:

(۱) عدالت شرع شریف کی امثلہ جات: یہ وہ امثلہ ہیں جن کا تعلق ریاست کے مسلمانوں کی عائلی زندگی سے ہے،اس میں رعایا کے تنازع، وراثت وطلاق اور نان ونفقہ وغیرہ کے معاملات شامل ہیں۔

(۲) مخطوطات شرع شریف (استفتاجات): یہ استفتاجات فقہی اعتبار سے جیسا کہ عرض کیا گیا ہے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔عدالت شرع شریف سے جو مختلف معاملات اور مسائل حل کئے گئے ہیں ان کی مکمل معلومات فراہم ہوتی ہے۔

(۳) امثلہ آمدہ دیوانی عدالت شرع شریف: یہ وہ دستاویزات ہیں جو عدالت دیوانی سے شرعی احکامات کی معلومات کے لئے عدالت شرع شریف میں بھیجے گئے ہیں اور عدالت شرع شریف نے ان پر شرعی وضاحتی نوٹ لکھے ہیں۔

(۴) مخطوطات شرع شریف (ریکارڈ): اس میں ہبہ نامے، بیع نامے کے رجسٹر، نقلوں کے رجسٹر اور طلاق کے رجسٹر اور دیگر دفتری امور کے علاوہ قبض الوصول کے رجسٹر وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۵) مخطوطات آمدہ دیوانی بعدالت شرع شریف: یہ مخطوطات دیوانی امثلہ کے ساتھ دیوانی رجسٹروں کی شکل میں ہیں جو دیوانی عدالت سے عدالت شرع شریف ٹونک بھیجے گئے ہیں۔

(۶) مطبوعات شرع شریف: ان مطبوعات میں سالانہ رپورٹیں، گزٹ ریاست، قواعد ومینول موجود ہیں جو دیگر محکمہ جات سے عدالت شرع شریف کو برائے اطلاع بھیجے جاتے تھے۔ان سے ریاست کے جملہ امور کی کارکردگی اور وضاحت معلوم ہوتی ہے۔

(ب) منشی خانہ حضوری ریاست ٹونک،

(۱) منشی خانہ حضوری کی امثلہ جات: یہ وہ امثلہ ہیں جو ریاست کے توشک خانہ سے متعلق ہیں۔یہ دستاویزات توشک خانہ کے جملہ امور مثلاً حساب وکتاب، خریداری اور آمدنی کی نوعیت کو واضح کرتی ہیں اور ریاست کی اقتصادیات سے آگاہی دیتی ہیں۔

(۲) مخطوطات منشی خانہ حضوری: ان مخطوطات میں زیادہ تر مبیعات شامل ہیں جو قبض الوصول، گزٹ

ریاست اور مقویٰ جات پر محتوی ہیں۔ ان سے ریاست کے قواعد و قانون، نظم و نسق اور حکمرانی کے طریقہ کار کی نشاندہی ہوتی ہے۔

(۳) امثلہ انگریزی: یہ دستاویزات پرائیویٹ سکریٹری دربار ٹونک سے متعلق ہیں ان میں ریاست اور انگریز افسران سے خط و کتابت اور آگہی معاملات کی پوزیشن واضح ہوتی ہے۔ اس میں ریاست ٹونک کے وہ امور بھی شامل ہیں جو خفیہ طور پر انجام دئے جاتے تھے۔ یہ ریکارڈ زیادہ تر انگریزی زبان میں ہے اور بعض دستاویزات کے انگریزی سے اردو میں تراجم بھی موجود ہیں۔ ان دستاویزات سے برطانیہ اور ریاست کے تعلقات کا علم ہوتا ہے اور طریقِ حکمرانی جہاں بانی کی ہدایت جو انگریزوں کی طرف سے ملتی تھیں ان سے آگاہی بھی حاصل ہوتی ہے۔

یہ اہم دستاویزات برسوں سے بے ترتیبی کی حالت میں پڑی تھیں اور اسی حالت میں دستیاب ہوئی تھیں۔ ادارۂ ہذا نے ان کو کلاسیفکیشن اور کیٹلاگنگ کے پیش نظر ترتیب دیا، رجسٹر میں اندراج کیا گیا اور ان کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان دستاویزات کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے کی جدوجہد اور سعی عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے کی جارہی ہے۔

چونکہ اس ادارے کا مقصد ہماری تہذیب و ثقافت کا تحفظ و بقا ہے، اس لئے ان دستاویزات کو کارآمد اور مفید بنانے کے لئے ایک لائحہ عمل ترتیب دیا گیا اور سب سے پہلے استفتاجات کی اشاعت کے لئے ان کی ترتیب و تہذیب کا کام شروع کیا گیا۔

عدالت شرع شریف کے ان استفتاجات کی اشاعت ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں بہادر عمل میں آئی تھی اور یہ استفتاجات نواب صاحب کے تخلص سعیدؔ کی نسبت سے ''فتاویٰ سعیدیہ'' کے نام سے شائع ہوئے تھے جو سو، سوا سو صفحات پر محتوی اور کتاب العقائد تک تھے لیکن بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس ریکارڈ کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر میں نے ادارے کے باصلاحیت کارکنان سے صلاح و مشورہ اور بہت غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تقریباً ڈیڑھ سو فقہی مضامین پر مشتمل یہ ذخیرہ ترتیب دیا جائے تو ایک ایک موضوع پر ۸-۸ جلدیں اشاعت پذیر ہوسکتی ہیں، نیز اس شعبہ کی یہ اہم دستاویزات پی. ایچ. ڈی. کے ان طلبائے تحقیق کے لئے بھی مفید ہوسکتی ہیں جو ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی سے رجسٹرڈ ہوکر ان موضوعات پر تحقیقی کام کریں اور ٹونک کا یہ ذخیرہ ارباب علم و ادب اور عام لوگوں کے سامنے آسکے، لہٰذا حالات حاضرہ کے پیش نظر سب سے پہلے ان موضوعات میں سے طلاق کے مسائل کی اشاعت کو اولیت دی گئی اور عدالت شرع شریف کے ان فتاویٰ کا نام ''فتاویٰ عدالت شرع شریف ٹونک'' رکھا گیا۔

چونکہ اس ادارے کے اغراض ومقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ مخطوطات ومطبوعات اور دستاویزات جو ذاتی کتب خانوں کی شکل میں لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ان کا سروے کیا جائے اوران کی مکمل معلومات کے حصول کے بعد ادارۂ ہٰذا میں بطور عطیہ محفوظ کرانے کی کوشش کی جائے اور جب وہ عطیات ادارہ میں جمع ہو جائیں تو فیومیگیشن ، بائنڈنگ، لیمینیشن کے بعد کیلنڈرنگ اور کلاسیفکیشن کے ساتھ ان کو محفوظ کیا جائے اوران کوترتیب و تہذیب کے بعد تراجم کرا کے شائع کیا جائے تاکہ اسکالرس اور محققین کو یہ کتب اور دستاویزات مہیا کرا کر تحقیقی کام میں ان کی مدد کی جائے اور ایسے طلبائے تحقیق جو اس ادارے کے مآخذ مواد ومتن اور یہاں کے سورس میٹیریل پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں اور ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی سے رجسٹرڈ ہوں، ان کو ادارۂ ہٰذا کی جانب سے فیلوشپ اور اسکالر شپ دے کر تحقیقی کاموں میں ان کا تعاون کرنا نیز سیمنار، سمپوزیم، توسیعی خطبات اور ورکشاپ کے ذریعہ بحث و تحقیق کی راہیں ہموار کرنا بھی اس ادارے کے اغراض ومقاصد میں شامل ہے۔

اسی مقصد کے پیش نظر عدالت شرع شریف کے ان استفتاجات کو منظر عام پر لانے کے لئے انتہائی جدو جہد اور کوشش ومحنت کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور طلاق کے موضوع سے متعلق ''کتاب الطلاق'' کے فتاویٰ کی تسوید وترتیب وتہذیب کے بعد اس کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔الحمدللہ ان فتاویٰ میں سے کتاب الطلاق کی چار جلدیں اور کتاب الترکہ (میراث) کی ایک جلد ادارۂ ہٰذا سے شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

کتاب الطلاق کی جلد اول میں ۱۶۴، استفتاجات کا اندراج تھا جو ۱۲۹۹ھ سے ۱۳۳۱ھ تک کے عرصہ پر محیط ہے۔جلد دوم میں ۱۵۲، استفتاجات شامل کئے گئے جو ۱۳۳۱ھ سے ۱۳۳۸ھ تک کے عرصہ پر محتوی تھے۔جلد سوم کے ستفتاجات کی تعداد ۱۷۴ ہے جو ۱۳۳۸ھ سے ۱۳۴۶ھ تک لکھے گئے تھے۔اسی طرح جلد چہارم میں ۱۶۶ ستفتاجات شائع ہو چکے ہیں جو ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۰ھ تک تحریر کئے گئے تھے۔اس طرح کتاب الطلاق کی ان چاروں جلدوں میں ۱۶۵۶، استفتاجات کی اشاعت کی جا چکی ہے اب ادارہ جلد پنجم کی اشاعت میں مصروف ہے۔

اسی طرح کتاب الطلاق کے ساتھ ساتھ کتاب الترکہ (میراث) کی جلد اول کے بعد ترتیب وتدوین جاری ہے اور الحمدللہ دوسرے موضوعات پر بھی ان فتاویٰ کی جلدیں شائع ہوں گی (انشاء اللہ)، ترکہ کی جلد اول میں ۱۵۲ استفتاجات شامل کئے گئے ہیں جو ۱۲۹۸ھ سے ۱۳۲۶ھ تک کے عرصہ پر محیط ہیں اور اب ادارۂ ہٰذا جلد دوم کی اشاعت میں مصروف ہے۔

یہاں یہ بھی عرض ہے کہ ادارہ عربی فارسی کے دائرے سے باہر نکل کر دوسرے ڈپارٹمنٹس کو بھی ادارے میں

محفوظ ذخیرے پر دعوتِ تحقیق دینے کی سعی پیہم کر رہا ہے اور کامیاب بھی ہے۔ راجستھان کی یونیورسٹیوں میں رجسٹرڈ دو تین اسکالرس نے ان دستاویزات میں سے اپنے موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ ان اسکالرس نے اپنی تحقیق کے لئے جو موضوع رجسٹرڈ کرائے ہیں ان میں راجستھان یونی ورسٹی کے سوشولوجی ڈپارٹمنٹ میں ''مسلم سماج میں طلاق''، ہسٹری ڈپارٹمنٹ میں ''ریاست ٹونک کی سماجک اور آرتھک استھتی'' ''چتر کلا و بھاگ راجستھان یونی ورسٹی جے پور میں'' فارسی بھاشا کی سچتر پوتھیوں کے چتروں کا ایک ادھین'' وغیرہ جیسے موضوعات بھی شامل ہیں ان دستاویزات پر تحقیق کے باب کھل رہے ہیں اور محققین ان سے استفادہ کر کے اپنی تحقیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ ہماری اس جد و جہد اور کوشش و سعی کو قبول عام و بقائے دوام حاصل ہو جائے۔ (آمین)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆

ریاستی عہد میں ٹونک کی تعلیم و تعلم

یہ شہر ٹونک آبادی اور بساوٹ کے اعتبار سے قدیم شہر ہے، فوجی عساکر اور سپاہیوں کی یہاں ہمیشہ آمدورفت رہی ہے۔ یہاں موجود آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی عیسوی سے یہ علاقہ بادشاہوں کی گذرگاہ اوران کی قیام گاہ بنا رہا ہے۔ اس عہد سے یہاں شہر ٹونک میں زبان فارسی بولی جاتی تھی، شاہی سپاہیوں کے علاوہ اس شہر میں صوفیوں اور درویشوں کی موجودگی، ان کے رہنے بسنے کے آثار بھی ملتے ہیں۔ نوغزے بابا کا مزار، گلاب شاہ پیر، دریا شاہ کی باوڑی، مسجد التمش، رضیہ سلطان کا مزار (تحقیق طلب)، عطر والے بابا کا مزار اور ماموں بھانجے کے مزارات و میاں غنی کا تکیہ اس کے ثبوت ہیں۔ بادشاہ اکبر کے عہد میں مامور کردہ عامل مومنا منصور کا مزار اور ۱۶۵۲ بکرمی م ۱۵۹۵ء کے کتبات وغیرہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس شہر میں فارسی زبان رائج تھی، لکھی اور بولی جاتی تھی۔ اکبر اور شاہجہاں کے عہد کے جاری کردہ فرامین شاہی اور دیگر دستاویزات کے علاوہ شجاع الدین شجاؔع اور معراج الحق تجلی اور نوؔر وغیرہ کے اشعار بھی دستیاب ہیں۔ نوؔر کا لکھا ہوا ایک منظوم رسالہ ادارہ ہٰذا (عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ٹونک) میں محفوظ ہے جو اردو میں ہے۔ ۱۸۰۶ء میں یہ شہر امیر خاں کے قبضہ وتصرف میں آیا۔ فارسی شعروادب کی ترویج کا دور شروع ہوا۔ نواب امیر الدولہ کے عہد سے نواب وزیر الدولہ کے عہد تک، یہاں تک کہ نواب محمد علی خاں کا عہد آتے آتے یہ علمی ریاست عروج پر پہنچ گئی، حالانکہ آپ کے آخری دور میں ریاست کی زبان فارسی کے بجائے اردوؔ ہوگئی تھی تاہم ان کے عہد تک عربی و فارسی اور اردوؔ زبانوں میں ہزاروں کتابیں وجود میں آئیں۔ البتہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد سے زیادہ تر ریاست کی زبان اردوؔ ہی رہی۔ اس دور کی اردو تحریرات میں فارسی زبان کے بہت زیادہ اثرات ملتے ہیں یہی وہ اردوؔ ہے جس کو یہاں ٹونک میں آج گلابی اردوؔ کہا جاتا ہے۔

نواب امیر الدولہ کی ذات آپ کی شخصیت اور آپ کے لشکر پر نظر ڈالی جائے تو آپ خود اور آپ کے لشکر میں ایک سے بڑھ کر ایک عابد وزاہد، متقی اور پرہیزگار، متبع سنت نظر آتا ہے۔ قیام ریاست کے بعد اس پورے شمالی

علاقہ میں علمی ہلچل نظر آتی ہے۔علماء، فضلاء کا ہجرت کر کے یہاں آنا، قیام کرنا، رہنا بسنا اس شہر ٹونک کے لئے علمی آثار واعلام کا ذریعہ ہے۔حالانکہ قیام ریاست سے ہی یہاں انگریزوں نے وہ طریقے استعمال کئے تھے کہ یہاں ریاست کی قوت ختم ہو جائے مع ریاست ٹونک کے پرگنات کی بھی جو ریاست سے دور دور جگہوں پر تھے، اسی وجہ سے ان پرگنات کو دور رکھا گیا تھا کہ طاقت اور قوت ریاست کی نہ بڑھے لیکن علمی طاقت کی ایک جمعیت اور اہل کمال کی ایک ایسی بستی اس علاقہ میں آباد ہوئی جس نے اپنی علمی صلاحیتوں کا فائدہ اٹھا کر ریاست کو ٹوٹنے پھوٹنے سے بچالیا۔راجستھان کے میواڑ میں یہ ایک واحد مسلم ریاست تھی۔ بڑے بڑے قابل علماء، فضلاء یہاں تشریف لائے اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہوا، اوران کی تعلیم وتربیت کی بدولت ٹونک میں بھی علمی ماحول گرمایا اور ایسے ایسے باکمال حضرات اس شہر میں پیدا ہوئے جو اپنے وقت کے یگانہ روزگار اصحاب میں شمار ہوتے تھے، جن کا ثبوت یہاں اس شہر میں لکھی گئی وہ کتابیں ہیں جن میں اکثر اس ادارہ میں محفوظ ہیں ان سے اس بستی کے علمی آثار نمایاں ہوتے ہیں۔مولانا خلیل الرحمٰن یوسفی اس ریاست کے مدرس اول ہیں جن کو نواب امیر خاں نے اپنی اولاد کی تعلیم وتعلم کے لئے ٹونک بلایا، خدمت قضاۃ کے ساتھ نواب وزیر الدولہ اوران کے برادران کے وہ استاد تھے۔ٹونک میں جب تک قیام رہا درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا، موتی باغ میں مولانا خلیل الرحمٰن کا مدرسہ تھا یہ باغ اب گورستان میں آگیا ہے لیکن اس مدرسہ کی قدیم عمارت میں چہار دیواری آج تک موجود ہے۔

ریاستی عہد میں اس شہر میں سرکاری مدارس کے علاوہ پرائیویٹ مدارس بھی تھے جن میں ہر طرح کی تعلیم کا انتظام تھا، سرکاری اسکولوں میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ فارسی، عربی اردو اور سنسکرت کی تعلیم کے لئے مدرس رکھے گئے تھے۔علم فقہ، تفسیر قرآن وحدیث وغیرہ کی تعلیم دارالعلوم امیریہ، دارالعلوم خلیلیہ، دارالعلوم ناصریہ میں ہوتی تھی۔ دارالعلوم خلیلیہ میں کابل، سمرقند، بخارا اور افغانستان کے طلباء رہ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔۱۸۹۹ء میں دارالعلوم خلیلیہ وجود میں آیا۔ابراہیم علی خاں خلیلؔ کی نسبت سے ہی یہ مدرسہ خلیلیہ کہلایا۔

اس کے بانی حکیم علامہ برکات احمد صاحبؒ تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جنھوں نے ملک اور بیرون ملک میں علمی چراغ روشن کئے ہیں، تقریباً نصف صدی تک آپ تعلیم وتعلم میں منہمک رہے۔ایران، خراسان، ترکستان اور تاشقند کے سیکڑوں طالبان نے آپ سے فیض حاصل کیا، جن میں شفاء الملک حکیم رضی الدین دہلوی آپ کے فرزند مولانا محمد احمد، مولانا مناظر حسن گیلانی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا عبدالواسع، مولانا محمد شریف اعظم گڈھی، مولانا عبدالقادر بدایونی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آج بھی رباط

الحکیم اور مدرسہ خلیلیہ آپ کی یادگار ہیں۔

اسی طرح مولوی امام الدین بنگالی نواب وزیرالدولہ کے استاد تھے، آپ نے صراط مستقیم ان سے پڑھی تھی، وصایا وزیری میں نواب وزیرالدولہ نے لکھا ہے کہ مولوی صاحب (مولوی امام الدین بنگالی) نے صراط مستقیم کئی مرتبہ سید صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ مولوی امام الدین صاحب نے سید صاحبؒ کے حقائق محفوظ کر لئے تھے۔ اس کتاب کی شرح میں موصوف بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ نواب صاحب وصایا وزیری میں خود لکھتے ہیں کہ وہ (ٹونک میں) مسندارشاد پر فائز ہیں اور بے شمار خلقت ان کے خوان ہدایت سے مستفید ہو رہی ہے۔

مولانا حیدر علی رامپوری نے ٹونک میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ آپ کے شاگردوں میں مولوی امام الدین کشمیری ٹونکی، مولوی احمد علی سیمابؔ ٹونکی، نواب مولوی صدیق حسن خاں، مولوی برہان الدین ٹونکی، مولانا بزرگ علی مارہروی، مولانا سید عبدالرزاق، مولوی سید انعام اللہ بریلوی، مولوی عبدالکریم خوش نویس، مولوی محمد حسن خاں چھاؤنی والے وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

مولانا حیدر علی رامپوری کے شاگرد مولوی امام الدین کشمیری کو نواب محمد علی خاں نے شمس العلماء کا خطاب عطا کیا تھا۔ آپ کے تلامذہ میں اکثر علماء ٹونک کے تھے۔ نواب محمد علی خاں، قاضی عبدالغفار، مولوی محمد حسن بن محمد بیان خاں، شیخ ابوالخیر احمد بن عثمان مکی۔ اسی طرح محقق العلماء مولوی عبدالکریم بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ٹونک کہنہ میں پنچ کوئیاں دروازے میں داخل ہو کر آپ کی مسجد ہے، آپ اسی میں درس دیا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسن خاں صاحب مصنف معجم المصنفین بھی آپ ہی کے شاگرد تھے، ہدایہ آپ نے ان سے پڑھی تھی۔

حکیم انور صاحب نواب وزیرالدولہ کے استاد تھے۔ بسم اللہ خوانی کے بعد نواب امیر الدولہ بہادر نے نواب وزیرالدولہ کو آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ بعض علوم آپ نے ان سے حاصل کئے۔ فن سپہ گری میں بھی آپ استاد فن تھے۔

مولوی بہادر علی دہلوی بن ملاجیون نواب وزیرالدولہ کے زمانہ میں ٹونک تشریف لائے۔ مولوی عبدالمجید عرف نوشہ میاں آپ کے شاگرد رشید ہیں۔ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی جب فارغ التحصیل ہو گئے تو آپ نے اپنے نانا مولوی محمد صاحب کی مسجد میں درس دینا شروع کیا۔ چونکہ یہ دور مدارس کا دور نہیں تھا اس لئے تمام علماء کرام اپنی اپنی قیام گاہوں پر درس و تدریس کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث اور مہتمم بھی رہے۔ سرزمین ہند کے مشہور اساتذہ میں سے ہیں۔

نواب امیر خاں کے دور کی ممتاز شخصیات کے متعلق مولانا عمران خاں لکھتے ہیں:

''اس دور کی ممتاز شخصیات کے ذمہ مختلف خدمات سپرد تھیں۔ حکیم انور علی صاحب وزیر الدولہ کے اتالیق تھے۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب درسی خدمات انجام دیتے تھے (تا حیات نواب امیر خاں، مولانا درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ نواب وزیر الدولہ کے عہد میں بھی آپ نے درس دیا)۔ مولوی کلیم اللہ، مولوی سید احمد، مولوی سید نور کو ٹونک شہر کی نئی آبادی میں ہونہار نوجوانوں کی تعلیم وتدریس پر مامور کیا گیا تھا''۔

(قصر علم: ..... کے کتب خانے اوران کے نوادر، صفحہ ۱۹۳)

تذکرہ علمائے ٹونک میں مولانا حیدر حسن خاں صاحب کے ضمن میں مولانا عمران خاں صاحب رقمطراز ہیں کہ:

''اللہ اکبر ٹونک کا وہ مرحوم علمی درسی ماحول، آج وہ باتیں تصور تک میں نہیں آتیں جو اس وقت پوری طرح عام اوردن رات کے معمولات میں سے تھیں۔ یہی مولانا کا محلّہ جو ہمیشہ سے علماء وفضلاء کا مرکز رہا اس میں درس وتدریس کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ چند چند گز کے فاصلے پر درس کی مسندیں جمی تھیں مسجد میں مولانا درس دے رہے ہیں تو مسجد سے باہر کھلے حصہ میں والد صاحب مرحوم (قاضی محمد عرفان خاں صاحب) اپنے مکان پر درس دینے میں مصروف ہیں۔ ایک ہی دیوار حائل ہے کہ مولوی محمد یوسف صاحب کا ادیب کا درس جاری ہے۔ قریب ہی میں مولوی محمود حسن خاں صاحب اپنے علمی مشاغل میں مصروف ہیں۔ غرض علم کے چشمے تھے جو کوچہ کوچہ اور گلی گلی بہہ رہے تھے اور پورے شہر کا یہی حال تھا مگر اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا:

''آں قدح بشکست وآں ساقی نماند''

آج ہیں افسانہ گوئے دیگراں　　خود ہی کل ہو جائیں گے افسانہ ہم

ع　　زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے''

(تذکرہ علمائے ٹونک، صفحہ ۸۹)

''مولوی سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ ناصریہ کے مدرس اول ہیں۔ سنہ ۱۳۱۸ ہجری میں مدرسہ ناصریہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس زمانہ میں آپ گنگوہ سے تشریف لائے تھے۔ برکات احمد

Hazrat Qibla Molvi Mohammad Ibrahim Sahib
"Ruhi &-Faiz"
حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب روحی

حضرت مولانا حکیم سید برکات احمدؒ

حضرت مولانا محمد علی صاحب (مولوی ننھے صاحب)

پروفیسر حافظ محمود شیرانی ٹونکی
(۱۸۸۰ء - ۱۹۴۶ء)

صاحب مولوی عبدالحق صاحب کے پاس فراغت پاکر اور مولوی حیدر حسن خاں لاہور سے ٹونک تشریف لاکر درس وتدریس دے رہے تھے۔ آپ اس وقت مدرسہ ناصریہ کے مدرس اول مقرر ہوئے''۔ (تذکرہ علمائے ٹونک، صفحہ ۱۵۰)

''مولوی شاہ عالم صاحب مولوی مفتی محمد صاحب کے شاگرد تھے۔ والد صاحب (قاضی عرفان خاں صاحب) مرحوم بروایت مولوی عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نواب وزیرالدولہ کا یہ عمل تھا کہ جب کسی عالم کی دستار بندی ہوتی تھی تو پلاؤ کی ایک دیگ بھیجا کرتے تھے لیکن جب مولوی شاہ عالم صاحب کی دستار بندی ہوئی تو وزیرالدولہ نے فرمایا کہ یہ ہمارے وطن ہنیر کے رہنے والے ہیں اس لئے پلاؤ کے بجائے زردہ کی دیگ بھیجی''۔

(تذکرہ علمائے ٹونک، صفحہ ۱۵۱)

مولوی عبداللہ خاں ''مولانا'' پر تو نواب وزیرالدولہ اس قدر مہربان تھے کہ دیوان حافظ، مشکوٰۃ شریف اور موجز خود پڑھائیں۔ آپ صاحبزادگان کی تعلیم وتعلم کے نگراں بھی رہے۔ محمد علی خاں نے آپ کو ''مولانا'' کا خطاب دیا تھا۔

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کا ٹونک سے بہت گہرا تعلق تھا، یہاں کے بہت لوگ آپ کے شاگرد تھے، ٹونک کے امراء اور ان کے صاحبزادگان کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب، صاحبزادہ عبدالوہاب صاحب آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ مولوی مفتی عبدالقیوم بڈھانوی یہ بھی نواب محمد علی خاں کے استاذ ہیں۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۹۹ ہجری کو آپ نے نواب محمد علی خاں کو بخاری کی سند سے سرفراز فرمایا تھا۔

اسی طرح محقق العلماء مولوی عبدالکریم صاحب ٹونک کے ایک جید عالم دین ہیں۔ نہایت ذکی الطبع انسان تھے، عربی وفارسی اور دوسری زبانوں سے کماحقہٗ واقفیت تھی، آپ کی ہونہاری کو دیکھتے ہوئے نواب وزیرالدولہ نے بغیر خدمت کے آپ کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ ایک مرتبہ نواب کی سواری چھاؤنی سے جارہی تھی آپ کا مکان راستہ میں تھا نواب آپ کے مکان کے پاس پالکی سے اترے اور آپ سے ملاقات کی اور تاکید فرمائی کہ درس وتدریس میں لگے رہو۔ تقریباً چالیس علوم سے واقفیت رکھتے تھے۔ نواب محمد علی خاں نے محقق العلماء، کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

(تذکرہ علمائے ٹونک)

مندرجہ بالا کے علاوہ سیکڑوں حضرات ٹونک کی اس ریاست میں مسند ارشاد پر فائز تھے اور درس وتدریس

کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے تھے۔

ریاستی عہد میں اولاً مساجد اور گھروں پر تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ ہندوؤں کی تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ دھرم شالاؤں اور مندروں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ بعض پنڈت صاحبان اپنے اپنے گھروں پر بھی تعلیم دیا کرتے تھے۔

ذکر تعلیم کے ذیل میں صاحبزادہ عبدالتواب خاں رقمطراز ہیں کہ:

''ریاست کے زمانہ میں سرکاری مدارس کے علاوہ پرائیویٹ مدرسہ بھی تھے، جن میں ہر طرح کی دینی و دنیوی تعلیم ہوتی تھی، سرکاری مدارس میں سب سے بڑا مدرسہ دربار ہائی اسکول تھا، اس کی دو شاخیں بھی تھیں۔ اس مدرسہ میں دسویں جماعت تک انگریزی، اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس کا تعلق اجمیر بورڈ سے تھا۔ یہاں کے طالب علم میٹرک (دسویں جماعت) کا امتحان دے کر سرٹیفکٹ حاصل کر کے جے پور وغیرہ مزید تعلیم کے لئے جاتے تھے۔ خاص طور پر اردو، فارسی کی تعلیم کے لئے یہاں شہر میں ایک بڑا مدرسہ جس کا نام ناصریہ ہے اس میں طلباء تیار ہو کر ہر سال مولوی منشی کے امتحانات میں شریک ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ مکاتب وغیرہ ہیں اور دو مدرسہ علم فقہ اور حدیث شریف کے ہیں جن کے نام امیریہ و خلیلیہ ہیں۔ ان میں عربی کی مکمل تعلیم اور فقہ و حدیث کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہاں دور، دور بنگال و بخارا تک سے طالب علم آ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں''۔

(تذکرہ ٹونک، صفحہ ۳۴-۳۳)

ریاستی عہد میں تعلیم سے فارغ ہو کر طلباء اکثر ریاست میں یا ریاست کے باہر نوکریاں بھی حاصل کرتے تھے۔ اس دور میں نوکریاں بھی ریاست میں دستیاب تھیں۔

☆☆☆

ریاست ٹونک کا نظام حکومت

پوری ریاست کے سرکاری امور نواب ٹونک کے حکم پر چلتے تھے۔نواب صاحب کے ریاستی کاموں میں مدد کے لئے ایک ریاستی کونسل ہوتی تھی جس کا نام ریاست ٹونک میں ''محکمہ محتشمہ کونسل'' تھا اس کونسل کے چار ارکان تھے جو ممبر کہلاتے تھے ان چار میں سے ایک اس کونسل کا نائب صدر (وائس پریسیڈینٹ) ہوتا تھا پوری ریاستی حکومت میں تمام محکموں کے کاموں میں ذمہ دار یہی کونسل ہوتی تھی۔

اس ریاست میں چھ نظامتیں (پرگنات) تھیں ہر ایک نظامت (پرگنہ) ریاست کی عملداری کا ایک حصہ ہوتی تھا۔ریاست میں درج ذیل نظامتیں اور نظامتوں سے متعلق تحصیلیں تھیں:

نمبر شمار	نظامتیں	نظامتوں سے متعلق تحصیلیں	کیفیت
(١)	ٹونک	(١) ٹونک (٢) بگڑی	نوٹ: یہ نظامت بارہ پٹے پر منقسم تھی جس میں قصبہ ٹونک، بگڑی، پیپلو، محمد گڈھ، بمور، ساکنا، رانولی، بورکھنڈی کلاں، جھرانا، مہندواس، پَرانا اور نانیر تھے۔
(٢)	پڑاوا	(١) پڑاوا	
(٣)	سرونج	(١) سرونج (٢) لٹیری (٣) سیہور	
(٤)	نیماہیڑہ	(١) نیماہیڑہ (٢) ڈونگلا	
(٥)	چھبڑا	(١) چھبڑا	
(٦)	علی گڑھ	(١) نائب نظامت۔	

مندرجہ بالا ہر ایک نظامت میں ایک ناظم مقرر کیا جاتا تھا وہی ناظم پوری نظامت (پرگنہ) کا افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔اسی طرح ہر نظامت میں ناظم کے علاوہ افسر مجسٹریٹ اور عدالت دیوانی کے منصف بھی ہوتے تھے۔پوری

ریاست کے نظامتوں کے ناظم محکمہ ممبر مال کے ماتحت اور متعلق ہوتے تھے جس کا صدر دفتر دارالحکومت ٹونک میں تھا۔

آج کے دور میں جس طرح کسی بھی حکومت کا نظام حکومت سرانجام دینے کے لئے وزیر متعین ہوتا ہے ریاستی دور میں وزارت کو محکمہ اور وزیر کو ممبر کہا جاتا تھا سب سے بڑا محکمہ (وزارت) محکمہ محتشمہ کونسل ہوتا تھا اور اس محکمہ محتشمہ کونسل کے چار ممبران ہوتے تھے۔

ریاست میں کونسل کے چار ممبرس درج ذیل تھے:

(۱) ممبر فنانشل یعنی خزانہ،

(۲) ممبر ہوم داخل امور،

(۳) ممبر جوڈیشل،

(۴) ممبر مال۔

مندرجہ بالا چاروں ممبران کے ماتحت اور متعلق ریاست کے جملہ صیغہ جات ہوتے تھے ہر ممبر سے متعلق صیغہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ممبر فنانشل سے متعلق محکمہ خزانہ ریاست، محکمہ سائر، محکمہ تعمیرات، محکمہ پولس، محکمہ ٹکسال وغیرہ۔

(۲) ممبر ہوم (داخلہ) کے تحت وکالتیں، معاملات اہل خاندان، محکمہ عدالت شرع شریف، بگی خانہ، اصطبل خانہ، شکار خانہ، محکمہ کارخانہ جات اور محکمہ اسپیشل کورٹ آف وارڈس وغیرہ۔

(۳) ممبر جوڈیشل سے متعلق محکمہ فوجداری، محکمہ دیوانی، محکمہ سیشن ججی، محکمہ نزول، محکمہ شفا خانہ، محکمہ جیل اور میونسپلٹی وغیرہ ہوتے تھے۔

(۴) ممبر مال کے تحت محکمہ جنگلات اور تمام نظامت ہائے پرگنہ جات وغیرہ۔

مندرجہ بالا چاروں ممبران میں ہر ممبر اپنے صیغہ جات سے متعلق ایک حد تک کلی اختیارات رکھتا تھا۔ اگر اس کے اختیارات سے کوئی بات زیادہ ہوتی یا ریاست کا کوئی اہم مسئلہ یا معاملہ درپیش آجاتا یا کوئی جدید قانون کے نفاذ وغیرہ کا معاملہ ہوتا تو پھر وہ مسئلہ اور معاملہ محکمہ عالیہ کونسل (محکمہ محتشمہ کونسل) میں پیش کیا جاتا، کونسل کے بھی اختیارات مقرر تھے وہ بھی جہاں تک اس کے اختیارات کی بات ہوتی، اپنا فیصلہ اس امر میں کرتی تھی جو امور کہ محکمہ محتشمہ کونسل کے اختیارات سے باہر ہوتے، اسی طرح کوئی خاص یا پرائیویٹ معاملہ ہوتا وہ محکمہ عالیہ کونسل کی طرف سے نواب صاحب کے سامنے پیش ہوتا اس پر آخری حکم نواب صاحب کی پیش گاہ سے ہوتا تھا اور نواب صاحب کا یہ

آخری حکم واجب التعمیل سمجھا جاتا تھا۔

محکمہ عالیہ کونسل کا اجلاس ریاست میں ہر ہفتہ منعقد ہوتا تھا اور کونسل میں پیش جملہ امور پر تبادلہ خیالات کیا جاتا، ہر معاملہ سکریٹری کونسل بطور عرضداشت پڑھ کر سناتا اور متعلقہ ممبران اپنے اپنے امور میں اس کا ازالہ کرتے اس کونسل میں بھی آخری حکم نائب صدر (وائس پریسڈینٹ) کا ہوتا تھا۔ کارگذاری کی تمام نقول ممبران کو تقسیم کی جاتی تھیں اور متعلقہ ناظم اور پوری نظامت اس فیصلہ پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

ریاست کا نظام عدل: عدلیہ کے امور کی انجام دہی کے لئے مجسٹریٹ مقرر تھے۔ ریاست کے معاملات قضیہ میں پہلی عدالت دیوانی تھی، عدالت دیوانی کے فیصلوں کی اپیل محکمہ سیشن ججی میں ہوتی تھی اس سیشن ججی کے معاملہ کی اپیل محکمہ چیف کورٹ میں کی جاتی تھی۔

ریاست میں باضابطہ پولس کا محکمہ تھا قانونی اور دیگر امور انتظامیہ کے لئے دارالحکومت اور نظامتوں میں اعلیٰ افسران مقرر کئے گئے تھے۔

(تذکرہ ٹونک از عبدالتواب خاں و تاریخ ریاست ٹونک از ہنومان پرساد سنگھل)

ریاست ٹونک راجپوتانہ میں واقع تھی اور داخل ریزیڈنسی راجستان تھی اس کے چھ پرگنات مختلف اضلاع میں منقسم تھے ان جملہ پرگنات میں دو پرگنے داخل ملک راجپوتانہ اور تین پرگنے داخل ملک مالوہ (سینٹرل انڈیا) میں تھے ٹونک اور علی گڈھ کے جملہ امور محکمہ ریزیڈینسی راجپوتانہ جو مشرقی راجپوتانہ میں واقع تھی میں حل ہوتے تھے۔ جے پور وا ایجنٹی ہاڑوتی اور ٹونک چھاؤنی دیولی سے، پرگنہ پڑاوہ کے جملہ امور محکمہ ایجنیٹی مغرب مالوہ واقع چھاؤنی آگرہ سے، پرگنہ نماہیڑہ کے معاملات محکمہ ریزیڈینسی میواڑ واقع اودیپور سے متعلق اور پرگنہ سرونج کے معاملات ایجنٹی سیہور علاقہ بھوپال سے متعلق رہتے تھے۔

(حدیقہ راجستان، تاریخ ٹونک استاد آبرو)

ریاستی حکومت میں سرکاری عہدوں پر تقرری اسٹیٹ پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ، جو ۱۳۴۷ فصلی م (۴۰-۱۹۳۹ء) میں قائم کیا گیا تھا، ہوتی تھی کمیشن کی سفارش پر تقرری عمل میں آتی تھی۔ اسی طرح ریاست میں تعطیلات، کارکنان محکمہ جات کی سبکدوشی اور ان کی تنخواہ اور گریجویٹی وغیرہ کا قانون نافذ تھا۔

ریاست میں نظام پولس: محکمہ پولس کے تحت سپرنٹنڈنٹ اور انسپکٹر جنرل آف پولس سے کام لیا جاتا تھا۔ تھانیدار، جمعدار، حولدار اور سپاہی کے علاوہ چوکیدار بھی ہوتے تھے۔ نماہیڑہ اور سرونج وغیرہ میں نال مکھ بھرتی

بندوق اورتلوار دھاری پولس ہوتی تھی صدر ریاست ٹونک اور دیگر پرگنات میں پولس کے پاس ٹوپی دار بندوقیں، توڑی دار بندوقیں، تلواریں اور ڈنڈے ہوتے تھے۔ چوکیدار بھی مقرر تھے ان کا کام مجرموں کو گرفتار کرنا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں ایس.ٹی. ہالنس جو اجمیر کے ایس. پی. تھے، ریاست میں انسپکٹر جنرل آئی. جی. کے عہدے پر تقرر کیا گیا ان کی تقرری کے بعد ریاست کی پولس کو منظم کیا گیا۔

اسی سال میں حکومت برطانیہ کی طرز پر محکمہ پولس میں نیا قانون عمل میں لایا گیا۔ پابندی وقت کے ساتھ پریڈ اور تحفظ ریاست کا انتظام کیا گیا محکمہ پولس کو دو افسروں کے ماتحت کیا گیا ان میں ایک چھبڑا، پڑاوا اور سرونج کا انچارج تھا دوسرا دارالحکومت کے ساتھ نیماہیڑہ اور علی گڈھ کا ذمہ دار۔ بعد میں ان افسران کی تعداد تین کردی گئی۔

اسی سال میں پولس لائن کا قیام عمل میں لایا گیا اور پولس کی تربیت کے انتظامات کئے گئے۔ ڈکیتوں پر مکمل طور پر قابو پانے اور ان پر لگام لگانے کے لئے ایک ڈپٹی ایس. پی. پانچ ہیڈ کانسٹبل اور پچاس سپاہی رزرو [Reserve] رکھے جاتے تھے بعد میں فنگر پرنٹس کا محکمہ بھی اس سے متعلق کردیا گیا۔ سوار پولس میں بھی ردوبدل کی گئی اور جانوروں (گھوڑوں) کی دیکھ بھال کا کام بھی پولس محکمہ کے سپرد کیا گیا۔

ریاست کی فوج میں گھوڑے، سوار، پیدل، توپ خانے اور سِوِل انجینئر وغیرہ شامل کئے گئے ان کا کام رکھوالی اور نگرانی کرنا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں اس ریاستی فوج کو ختم کرکے اس کی جگہ جدید ملٹری فوج کی تشکیل کی گئی۔

شہر میں روشنی صفائی اور دیگر انتظامات کے لئے نگر پالیکا (میونسپلٹی) قائم تھی ۱۱-۱۹۱۰ء میں آب کاری کا محصول آمدنی نگر پالیکا کو دیا جانے لگا تا کہ ریاست میں اصلاحی امور میں رفتار پیدا ہو۔ اس کے ساتھ میونسپلٹی کی ذمہ داریوں میں بھی مزید اضافے کئے گئے اس طرح ریاست کے اخراجات تو بڑھے لیکن آمدنی کے راستہ محدود بنے رہے اس طرح پورا محکمہ سرکاری سرمایہ پر منحصر ہوگیا۔

۱۹۴۰ میں ٹونک ریاست میں میونسپلٹی قانون کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس قانون کے تحت چار ممبر نامزد اور چھ وارڈ ممبرس (تین مسلم تین ہندو) کئے گئے اور اسٹیٹ کونسل کے ممبر روینیو [Revenue Member] کو اس کا صدر بنایا گیا۔ سڑکوں کی مرمت، صفائی، راستوں پر روشنی اور نزولی زمینوں کے انتظامات خاص طور پر نگر پالیکا کے اختیارات میں تھے ان کے علاوہ شہر کی چہار دیواری، دروازے، بازار، جھرنے اور فوارے، باشندگان شہر کے لئے پانی کے انتظام کی فراہمی، اس کی تقسیم، نالیاں، نالے، پلوں کی دیکھ بھال کا کام بھی میونسپلٹی

کے سپرد تھا، بعد میں اس کے ممبران کی تعداد میں اضافے ہوتے رہے۔ پچھڑے طبقات اور صاحبزادگان ریاست میں سے بھی اس کے ممبرس نامزد کیے جانے لگے۔ ۴۱-۱۹۴۰ء میں اس نگر پالیکا کے خرچہ پر ایک یونانی دواخانہ بھی قائم ہوا۔ ۲۱راکتوبر۱۹۴۳ء کے ایک حکم کے مطابق میونسپلٹی کے لئے ایک منتخب صدر کا نظام نافذ کیا گیا جس سے عوام کو بڑی راحت میسر ہوئی۔

ریاست کا انتظام خزانہ: ریاست ٹونک میں تمام پرگنات میں دفتر خزانہ ہوتا تھا رقومات کی ادائیگی کے لئے ممبر مال اور سکریٹری مال کی اجازت ملنا ضروری تھی۔ اجازت نامے دیکھ کر مطمئن ہونے پر ہی خزانہ ادائیگی کرتا تھا۔

☆☆☆

ریاستی عہد میں ٹونک کی اقتصادی حالت

(۱) ریاستی عہد میں ٹونک میں زراعت اور فصلیں

شہر ٹونک کے شمال میں پہاڑیوں کا سلسلہ ہے اور اس کا مشرقی و مغربی حصہ اور ساتھ ہی جنوبی حصہ بھی زراعتی ہے۔ ان مزروعہ اراضیات میں جو، جوار، گندم، چنا، مکا، مونگ، موٹھ، اُڑد، باجرہ، کپاس، تل، سن، گنا، السی، دھنیا، زیرہ، سرسوں اور سونف وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

شہر سے قریب بناس ندی ہے جو کہیں سے ایک میل، کہیں سے دو میل اور کہیں سے تین میل چوڑی ہے اور مغرب و شمال کی طرف بہتی ہے (بیسل پور باندھ بننے سے قبل) اس ندی کی طغیانی قابلِ دید تھی۔ اس ندی میں کہیں آدھا میٹر کہیں پاؤ میٹر اور کہیں کچھ زیادہ گہرا پانی ہمیشہ بہتا رہتا تھا۔

ریاستی عہد میں اسی ندی میں خربوزے، تربوز کی فصل ہوتی تھی، ایسی فصل راجپوتانہ میں اور کہیں نہیں ہوتی اسی طرح کھیرا، ککڑیاں، پھونٹ، پیاز، آلو وغیرہ کی کاشت بھی اس ندی میں کی جاتی تھی (آج کل ندی میں پانی ختم ہو گیا ہے بیسل پور کا باندھ تعمیر ہو جانے کی وجہ سے پانی کا آنا بند ہو گیا ہے، خربوزہ جو پورے ہندوستان میں مشہور و معروف تھا اور مندرجہ بالا اس ندی کے پانی سے پیدا ہونے والی تمام فصلیں ختم ہوتی جا رہی ہیں اور قریب الختم ہی ہیں)۔

یہاں اس بناس ندی کے علاوہ ماؤسی، بیسل بھی ندیاں ہیں یہ دونوں بھی بناس میں شامل ہو جاتی تھیں ان ندیوں کے علاوہ یہاں بڑے بڑے نالے بھی ہیں جن میں کھیتیاں کی جاتی ہیں۔ شہر ٹونک کے علاوہ ریاست کے دوسرے پرگنات میں اس قسم کی ندیاں نالے اور جنگلات وغیرہ ہیں چھبڑہ میں پاربتی ندی ہے ان ندیوں سے سینچائی ہو کر بھی زراعت پیدا ہوتی ہے۔ (تذکرۂ ٹونک)

اُستاذ سید اصغر علی آبرو بناس ندی سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

اس پرگنہ شہر میں دو ندیاں ہیں: (۱) بناس ندی: یہ ندی کوہِ آبو سے نکلتی ہے علاقہ میواڑ اور علاقہ جے پور ہوتی ہوئی چنبل ندی میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس ندی سے فصل ربیع میں ککڑی، خربوزہ، تربوز، زرد آلو، جو، بادنجان

(بگین) وغیرہ بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) ماؤسی ندی: یہ ندی موضع گلود علاقہ ٹونک سے برآمد ہو کر بناس ندی میں شامل ہو جاتی ہے موسم برسات میں نوغزے گھاٹ وگلود گھاٹ سے ذریعہ کشتی ٹونک شہر کے اندر آنے والے حضرات اور ٹونک شہر سے باہر جانے والے حضرات اور باشندگان ٹونک کو پار کرایا جاتا تھا (ریاست کا یہ وہ زمانہ تھا جب ندی پر فریز ربرج تعمیر نہیں ہوا تھا) اس بناس ندی کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بحرِ بناس آں کہ بخوبیٔ ذات — نیست کم از نیل درون صفات
از گہر آبش بصفا بیشتر — ہم بحلاوت عرقِ نیشکر
ہاضم وشیرین وسبک خوش خرام — شربت شیر و شکرست آشکار

(حدیقہ راجستان تاریخ ٹونک، صفحہ ۲۰)

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ:

بناس ندی اپنی خوبی ذات میں دریائے نیل کی پوشیدہ صفات سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس کا پانی موتی سے زیادہ صاف وشفاف ہے اور اتنا میٹھا ہے جیسے اس میں گنے کا رس گھول دیا گیا ہو۔

ہلکا ہاضم اور میٹھا اور ایسا بہنے والا پانی ہے کہ اس کی حلاوت دودھ شکر کے شربت کی مانند ہے۔

ریاستی عہد میں شہر ٹونک میں دو فصلیں ہوتی تھیں۔ فصل خریف میں چونکہ بارش کا موسم ہوتا ہے اس لئے فصل خریف میں تل، مکا، جوار، اُڑد، مونگ، موٹھ، باجرہ، کپاس، سن اور گنا وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔

فصل ربیع کی کاشت آخر اکتوبر اور نومبر میں ہوتی ہے اس فصل میں گندم، جو، چنا، السی، دھنیا، زیرہ، سرسوں اور سونف وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ (تذکرہ ٹونک)۔

(۲) ریاستی عہد میں ٹونک کا موسم:

اس ریاست کے دارالحکومت شہر ٹونک میں ۱۵ر جون تا ۱۵ر اکتوبر موسم برسات رہتا تھا۔ اس کے بعد ہلکی سردی ہو جاتی تھی۔

سردی کا یہ موسم ۱۵ر فروری تک (آج کل کی طرح) رہتا ہے۔ ۱۵ر فروری کے بعد موسم گرم شروع ہو جاتا ہے اور ۱۵ر جون تک رہتا ہے۔

۱۵ر جولائی سے ۱۵ر ستمبر تک ان مہینوں میں موسم بارش سمجھا جاتا تھا دسمبر وجنوری سخت سردی کے مہینے ہیں۔

(تذکرہ ٹونک)

(۳) ریاستی عہد میں ٹونک کی صنعت:

یہاں کی صنعتوں میں نمدے کا غالیچہ، جانمازیں، گھگھیاں، دریاں وغیرہ بہت اچھی اور عمدہ بنائی جاتی تھیں اسی طرح سن کی رسیاں، برے اور چمڑے کے جوتے، ڈول، چرس، پکھالیں اور مشکیں وغیرہ بنائی جاتی تھیں۔ٹونک کے نمدے سے بنے سامان کی آج بھی پورے ہندوستان میں مانگ ہے۔

اسی طرح یہاں کے بنے ہوئے رتھ اور تانگے بھی بہت مشہور تھے۔کھادی اور ڈوریا وغیرہ بھی یہاں بنایا جاتا تھا۔

ریاست کے آخری دور میں روئی سے بنولے نکالنے اور روئی کی گانٹھیں باندھنے کا کام بھی مشینوں سے کیا جاتا تھا۔

برف بنانے اور آٹا پیسنے کی چکیاں بھی ریاست میں موجود تھیں۔ (تذکرہ ٹونک)

(۴) ریاستی عہد میں ٹونک کی معدنیات:

یہاں کے پہاڑوں میں معدنیات کے ذخائر بھی موجود تھے۔آلی پرگنہ علی گڈھ اور نیماہیڑہ میں پتھر کی پٹیوں کی کانیں تھیں اسی طرح ابھرک، بلور اور دیگر عمدہ اقسام کے پتھر بھی یہاں کی کانوں سے نکالے جاتے تھے۔

(تذکرہ ٹونک)

استاد آبرو حدیقہ راجستان میں تحریر کرتے ہیں:

''شہر ٹونک کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں ان میں سے ایک پہاڑی دریائے بناس سے شمال کی جانب واقع ہے اور موضع چرونج، ہتونہ، پرانہ اور سُہیلا و برونی وغیرہ اس پہاڑ کے دونوں طرف آباد ہیں، ہتونہ سے قریب پہاڑی میں بلور کی کان ہے۔حضرت نواب وزیر الدولہ بہادر نے اس پہاڑ سے بلور نکلوایا تھا۔''

(حدیقہ راجستان، تاریخ ٹونک)

(۵) ریاستی عہد میں ٹونک کی تجارت:

ریاست ٹونک میں عام طور پر تجارت زیادہ تر غلہ کی ہوتی تھی۔کرانا کا سامان، چاول، گڑ، شکر، چھالیہ، کتھہ، بساط خانہ کا سامان، لوہا، تانبا، ٹین کی چادریں، چینی والمونیم اور بلور کے برتن اور ہر قسم کے کپڑے کی تجارت یہاں ہوتی تھی۔

ریاست ٹونک سے جو اشیاء باہر جاتی تھیں ان اشیاء میں روئی، اون، چمڑا، زیرا اور اناج وغیرہ ہر قسم کا ہوتا تھا۔ تجارتی سامان لانے لے جانے کے لئے پختہ سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ (تذکرۂ ٹونک)

(۶) ریاستی عہد میں ریاست کا دفتری سال:

ریاستی عہد میں ریاست کا دفتری سال (آفیشل ایر) یکم نومبر سے شروع ہو کر ۳۱ر اکتوبر پر ختم ہوتا تھا۔

(رپورٹ آن دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ سنہ ۱۳۴۳ فصلی [۱۹۳۵-۳۶]، صفحہ ۳)۔

(۷) ریاستی عہد میں ٹونک کے لوگوں کا پیشہ:

ریاستی دور میں یہاں کے باشندگان میں زیادہ تر لوگ کاشتکاری کرتے تھے، دوسرے وہ حضرات تھے جو ملازم پیشہ تھے۔ تیسرے وہ حضرات تھے جن میں مزدور پیشہ لوگ شامل تھے ہیں اور چوتھے وہ لوگ جو تجارت پیشہ تھے۔ یہی چار پیشہ والے لوگ اس ریاست میں بسے ہوئے تھے۔ (تذکرۂ ٹونک)

استاد آبروؔ لکھتے ہیں:

''ٹونک شہر میں سراؤگی جین مذہب کے ماننے والے بہت ہیں اور اوسوال کم اور اگروال خال خال ہیں''۔ (حدیقۂ راجستان [تاریخ ٹونک])

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''خاص قصبہ کی زمینداری اہیروں اور برہمنوں کے نام تھی اور چودھراہٹ سراؤگیوں کے نام''۔

(حدیقۂ راجستان [تاریخ ٹونک])

(۸) ریاستی عہد میں ٹونک کا ناپ تول:

گز کے ناپ سے متعلق تذکرۂ ٹونک میں تحریر ہے کہ:

''گز کا ناپ یہاں ریاست میں چار بالشت انسان کی ہے اور ایک میل سترہ سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے''۔

(تذکرۂ ٹونک از صاحبزادہ عبدالتواب خاں)

وزن میں سیر سے متعلق استاد آبروؔ تحریر کرتے ہیں کہ:

''شہر ٹونک میں سیر دو قسم کا مروج تھا:

(۱) ۹۰ روپیہ بھر کلدار کا سیر جس کو پختہ سیر کہا جاتا تھا۔

(۲)　۶۰ روپیہ بھر کلدار کا سیر جس کو کچا سیر کہا جاتا ہے۔

(حدیقۂ راجستان [تاریخ ٹونک])

(۹) ریاستی عہد میں ٹونک کا سکہ:

شہر ٹونک کی ٹکسال سے متعلق استاد آبرو رقمطراز ہیں کہ:

''۱۸۷۳ء میں یہاں ٹکسال مقرر ہوئی (دار الضرب)۔

(۱)　عبارتِ سکۂ روپیہ مندرجہ ذیل تھی:

''ضرب ٹونک بعہد ملکۂ معظمہ سلطنت انگلستان قیصر ھند''

''مبارک سکہ زد از فضل یزداں - رئیس ٹونک ابراہیم علی خاں''

(۲)　عبارت سکۂ فلوس مندرجہ ذیل تھی:

''ضرب ٹونک عہد ملکہ معظمہ انگلستان قیصر ہند - 'محمد ابراہیم علی خاں' والی ٹونک''

چونکہ سکہ میں چنور کی علامت بنی ہوئی تھی اس وجہ سے یہ روپیہ سکہ چنور شاہی کہلاتا تھا''

(حدیقۂ راجستان [تاریخ ٹونک])

سکہ کا وزن ریاست کی سالانہ رپورٹ میں اس طرح ہے:

''ریاست ٹونک کا اپنا سکہ تھا جو چنور شاہی کہلاتا تھا یہ سکہ صرف ٹونک اور علی گڑھ پرگنوں میں ہی چلتا تھا اس سکے کا وزن ۹۰ رتی ہوتا تھا جس میں ۸۱ رتی چاندی ہوتی تھی''۔

پیسوں کے لئے تانبے کے سکے کا رواج تھا۔

اس طرح ۱۸۷۳ء میں دار الضرب قائم ہونے کے بعد ٹونک کے اپنے سکے ڈھالے گئے جن میں چاندی اور تانبے دونوں کے سکے شامل تھے۔ ۱۸۶۲ء سے ضلع سرونج میں محمد خانی سکہ کا چلن ہوا۔

(رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف ٹونک اسٹیٹ سنہ ۱۳۴۳ فصلی ۳۶-۱۹۳۵ء، صفحہ ۳)

نواب ابراہیم علی خاں اور نواب سعادت علی خاں کے عہد کے چاندی اور تانبے کے سکے ادارۂ ہذا میں محفوظ ہیں۔

☆☆☆

دری کا کارخانہ

کارخانہ غالیچہ

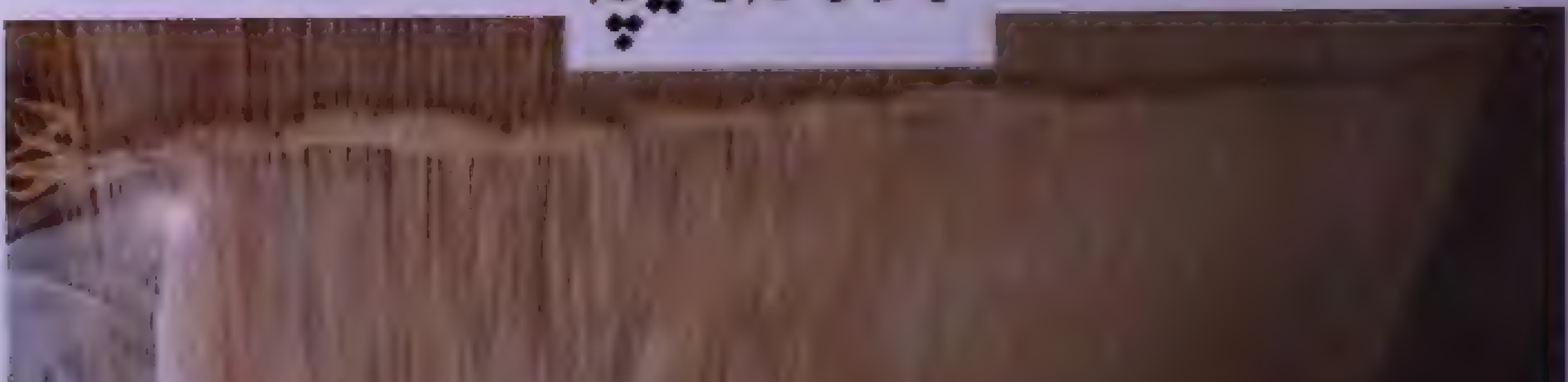

بیڑی کا کارخانہ

کارخانہ نمدہ

بوکس زیورات

مختلف قسم کے مُرغ، مینار، چتکبرے، گھاگس (یہ قسمیں تقریباً ختم ہو گئی ہیں)

کبوتروں کی چھتری

کبوتروں کی کابک ڈربا

مختلف قسم کے کبوتر

کریل کے کانٹوں پر سوئیاں بنانے کا ایک منظر

پانچ سیر سے ایک چھٹانک تک عہد ریاست ٹونک کے باٹ

Nawwab Ibrahim Ali Khan

Silver Coins

Copper Coin

Nawwab Sadat Ali Khan

Silver Coin

Copper Coin

ریاستی عہد کے سکے

ریاست ٹونک کی چند مشہور غیر مسلم ہستیاں

ادارۂ ہٰذا کے ریاست ٹونک سے متعلق مخطوطات دیکھنے پر پتا چلتا ہے کہ مسلم حضرات کے ساتھ غیر مسلم حضرات کی خدمات بھی ریاستی امور میں بہت اہم ہیں، فتوح الاسلام جلد دوم میں سیس رام، داتا رام، منشی بھوانی پرشاد، منشی بساون لال شاداںؔ اور لالہ نرنجن لال کا ذکر ملتا ہے۔

''درعہد آں عرش آشیانی (نواب امیر الدولہ) غلامی خاں متوطن گنج پورہ کار نیابت سرانجام می دادند وسیس رام وداتا رام تا آخر عہد بکار نیابت می پرداختند ومہمات ریاست بانجام می رسانیدند ودر منشی خانہ منشی بھوانی پرشاد میر منشی بودند۔ بعد ایشاں منشی بساون لال کہ مصنف امیر نامہ فارسی اند میر منشی شدند نزد حکام انگریزی در آغاز کار نرنجن لال بعہدۂ وکالت امتیاز یافتند''۔

(فتوح الاسلام مخطوطہ ادارۂ ہٰذا)

ترجمہ: نواب امیر الدولہ بہادر کے زمانے میں غلامی خاں گنج پورہ کے رہنے والے نیابت کا کام انجام دیتے تھے اور سیس رام و داتا رام بھی آخر زمانے تک نیابت کی خدمات انجام دیتے رہے اور دونوں ریاست کی مہمات کی انجام دہی میں کوشاں تھے اور ریاست کے منشی خانے میں منشی بھوانی پرشاد میر منشی کے عہدے پر فائز تھے ان کے بعد منشی بساون لال شاداںؔ کو جو امیر نامہ فارسی کے مصنف بھی ہیں منشی خانہ میں میر منشی کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا اور لالہ نرنجن لال نے عہدۂ وکالت میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔

نواب وزیر الدولہ بہادر نے قلعہ معلّٰی میں کتب خانہ قائم فرمایا اور اس میں علوم مختلفہ کی کتب کو جمع کیا تو کتب خانے کے اس ماحول کی وجہ سے تعلیم و تعلم اور کتاب کی نقول کرنے کا کام ہونے لگا اس دور کے منشی مصری لال، منشی چتی لال ولد ہیرالال اور منشی طولا رام کی لکھی ہوئی اور نقل کی ہوئی کتابیں ٹونک ہی میں موجود تھیں۔

نواب محمد علی خاں کے زمانے میں کنج بہاری سہائے طربؔ نے تاریخ طرز نو فارسی زبان میں لکھی تھی اسی طرح منشی کالکا پرشاد موجدؔ نے پریس قائم کیا جس میں اردو، فارسی کی کتابیں شائع ہوتی تھیں۔

نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے عہد میں موہن لال عاشق، بال کشن پال، اجودھیا پرشاد وافر، پریم آنند زاہد، امراؤمل، گوپال نرائن شوق اور لچھمی نرائن سوز وغیرہ شعراء کے نام سامنے آتے ہیں۔اسی طرح نثر نگاری میں نانک رام بھارگو، رام کرن جوشی، بالا سہائے متصدی، گوردیال سنگھ کایستھ اور جمنا سہائے ورما وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

نواب سعادت علی خاں صاحب، نواب فاروق علی خاں صاحب اور نواب اسمٰعیل علی خاں صاحب کے دور میں بھی غیر مسلم شعراء و مصنفین اس ریاست میں رہ کر اپنی علمی و ادبی خدمات انجام دیتے رہے، جن میں ندیم، گردھر داس بوہرہ قمر، ڈاکٹر رام بابو سکسینہ، اتم چند چندن اور شیام وغیرہ کے اسماء گرامی ٹونک کی عظمت کو دوبالا کئے ہوئے ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ: ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو جب ہندوستان آزاد ہوا تو ڈاکٹر رام بابو سکسینہ کو ٹونک کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔آپ اردو زبان میں پی. ایچ. ڈی. تھے۔نواب اسمٰعیل علی خاں صاحب کے زمانے میں نواب کو گورنمنٹ ہند سے معاوضہ کے نزاع میں سسپنڈ کردئے گئے۔آخر عمر تک ٹونک میں بود و باش اختیار کی، رائے جی کے تختہ میں رہائش پذیر تھے۔

۲۔ مسٹر وی. وی. فلپس: ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر اینگلو انڈین پادری تھے، ریاست میں اولین ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے مقرر کئے گئے۔اس زمانے میں ہائی اسکول کے امتحانات کا سینٹر اجمیر تھا۔آپ نے بڑی تندہی، لگن اور محنت کے ساتھ اپنی مفوضہ خدمات انجام دیں۔

۳۔ ڈاکٹر دیسائی: یہ ایک عیسائی ڈاکٹر تھے۔ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر شفاخانہ کے سربراہ تھے اور نواب صاحب کے پرائیویٹ ڈاکٹر بھی۔یہ اصل میں گجراتی تھے۔گجرات سے ممبئی گئے اور وہاں سے ریاستی عہد میں ریاست ٹونک میں منتقل ہوگئے ٹونک میں بود و باش اختیار کی اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

۴۔میجر فریزر: ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر آپ نواب ریاست کے ایڈوائزر اور ریاستی کونسل عالیہ کے وائس پریسڈنٹ مقرر کئے گئے ساتھ ہی فائنس کے ممبر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔آپ کے اسسٹنٹ رائے بہادر کلدیپ چند تھے جو ٹونک آنے سے قبل ایجنٹ راجپوتانہ کے گورنر جنرل کے ہیڈ آفس اجمیر میں سپرٹینڈنٹ تھے۔انہوں نے محکمہ فنانشل و تعمیرات میں کافی ترقی کی۔بناس ندی پر فریزر برج

کی تعمیر انہیں کے عہد میں ہوئی۔ اس پل کے تعمیر ہونے کے بعد ریاست کی تجارت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا جس کا سہرا ریاست کے حکمراں نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر کے ساتھ مسٹر فریزر کے سر بھی ہے۔

۵۔ لالہ نرنجن لال: آپ کایستھ تھے اور شاہجہاں آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ کا خاندان وہیں سے آکر ٹونک میں آباد ہوا تھا۔ نواب امیر الدولہ بہادر نے ریاست ٹونک کی طرف سے سفیر مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ریاست کے سفیر کی حیثیت سے جے پور میں مقیم رہے۔ فارسی زبان میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے۔ خطوط نویسی میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ انگریزوں اور نواب امیر خاں کے درمیان صلح میں آپ ہی روح رواں تھے اور نواب امیر خاں کی نمائندگی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ صلح نامے کے مشورے کے بارے میں بار بار انگریزوں کے پاس جانا اور نواب امیر الدولہ کے ایماء ومنشا کے مطابق کام کرنا وغیرہ اس ریاست کے لئے آپ کے اہم کارنامے ہیں اور جب صلح نامہ تیار ہوا تو آپ ہی نے نواب امیر خاں کی نمائندگی کی اور صلح نامہ پر انگریز حکام کے ساتھ لالہ نرنجن لال ہی نے اپنی مہر ثبت کی، نواب امیر خاں کے بعد آپ دوم فرماں روائے ریاست ٹونک نواب وزیر الدولہ کے عہد میں بھی ریاست کے حسن انتظام میں اپنی خدمات دیتے رہے نواب امیر الدولہ کی طرح نواب وزیر الدولہ بھی آپ پر کامل بھروسہ کرتے تھے۔ آپ کی رہائش بھی تختہ رائے داتا رام میں تھی آپ کی خدمات پر بھی ریاست کو فخر ہے۔

۶۔ پنڈت رام کرن جوشی: ریاستی عہد کے غیر مسلمین میں جوشی کی شخصیت ایک مایۂ ناز شخصیت ہے وہ فارسی، اردو اور سنسکرت کے بڑے عالم تھے۔ ان کی تصنیف ''تاریخ پرگنات ٹونک'' ٹونک کی تاریخوں میں ایک اہم تاریخ ہے۔ تاریخ نگاروں نے اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور ٹونک کی تاریخی وادبی کتب میں اس کتاب کے حوالے دیکھنے میں آتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کو مرتب کرنے کا حکم ریاست کے حکمراں نے دیا تھا، اس لئے یہ کتاب بڑی تلاش وجستجو اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اس میں ٹونک کے تاریخی حالات کے ساتھ ٹونک کی عمارات اور محلے اور ٹونک کے کتبات کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ادارۂ ہٰذا میں دستیاب ہے اور محفوظ ہے۔

۷۔ منشی مانک راؤ بھارگو: منشی مانک رام صاحب بعہد نواب ابراہیم علی خاں صاحب ریاست ٹونک میں سرکار انگریزی کے سکریٹری تھے۔ فارسی اور اردو زبانوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ایک قابل ترجمہ نگار تھے۔ صاحبزادہ عبید اللہ خاں صاحب نائب الریاست ٹونک کے حکم سے کپتان ایف۔ ای۔ ینگ صاحب ہزبینڈ

پولٹکل ایجنٹ ہارڈوتی کے سفرنامہ ''سفرنامہ امنگ دی شلیشل'' انگریزی زبان میں جو ۱۸۹۸ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا اس سفرنامہ کا ترجمہ اردو زبان میں ''ہشت بہشت'' کے نام سے کیا تھا جو ۱۹۰۰ء میں مطبع مفید آگرہ سے طبع ہوا۔

۸۔ منشی بالا سہائے متصدی: منشی بالا سہائے ریاستی عہد میں نواب محمد ابراہیم علی خاں کے زمانے میں دفتر بخشی خانہ ٹونک میں متصدی کے عہدہ پر فائز تھے جشن میلاد النبی کی آمد پر اپنے قصور کی معافی چاہی اور معاف کر دیا گیا تو شکریہ میں ایک رسالہ ''پرچہ در شام محمد مصطفےٰ'' جو تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۰۵ میں مرتب کیا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا قصور ہو گیا۔ اس ناراضگی کو دور کرنے کی فکر تھی کہ تیسری مرتبہ پھر خطا سرزد ہو گئی۔ پھر جشن میلاد النبی کے موقع پر معافی چاہی معاف کر دیا گیا اس کے بعد ایک اور رسالہ ''جلسہ مولود شریف مع غزلیات و نعت محمد مصطفےٰ'' ۱۹۰۷ء میں لکھا۔

۹۔ منشی گرودیال سنگھ کایستھ : فرخ آباد کے رہنے والے اور ممالک متحدہ آگرہ اور اودھ میں منصرم محکمہ بندوبست تھے ریٹائرڈ ہونے کے بعد نواب محمد ابراہیم علی خاں کے زمانے میں ٹونک تشریف لائے اور محکمہ بندوبست میں سپرنٹنڈنٹ بنا دئے گئے۔ انگریزی فارسی اور اردو سے خوب واقف تھے ایک ناول انہوں نے تصنیف کیا تھا جو ''ست سندھو'' المعروف بہ ہریش چند کے نام سے تھا۔ یہ ناول اردو میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

۱۰۔ حکیم جگناتھ پرشاد : ریاستی عہد میں شاعر ادیب اور طبیب تھے منشی ابراہیم علی خاں رمزؔ اور سید ظہیر احمد برکاتی کے شاگرد تھے۔ ریاست ٹونک میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ان کی دو کتابیں ''کرنی بھرنی'' اور ''عجوبہ'' شائع ہو چکی ہیں۔ آئینہ طب، آئینہ حقیقت، بیان مجربات طب، کایستھ سوسائٹی درپن، استری سنگھٹن، بال بھگت پرہلاد، سری مد بھاگوت گیتا، پتی ورت دھرم، مناظرہ انسان و دل، سلک مروارید، رام چند جی کو بن باس، وغیرہ بھی ان سے یادگار ہیں۔

۱۱۔ منشی لچھمی نرائن آذر : یہ منشی ہرسکھ رائے کے صاحبزادے تھے۔ ٹونک کے باعلم اصحاب میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ دربار ٹونک سے وابستہ رہے۔ حکیم سید سعید احمد اسعدؔ ٹونکی اور بشاش سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ گلزار نصیحت، بھاگوت گیتا منظوم، گلدستہ بھجن اور دیوان آذر آپ سے یادگار ہیں۔

۱۲۔ برہم چاری پرم آنند زاہد : ایک صوفی منش آدمی تھے۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی ٹونک میں مقیم رہے۔ کلام میں پختگی بھی تھی۔

۱۳۔ پنڈت رام نواس ندیمؔ : اردو، فارسی میں ایم.اے. اور گورنمنٹ انٹر کالج ٹونک میں فارسی کے

لکچرر تھے۔ بعد میں محکمہ آثارِ قدیمہ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور وہیں سے وظیفہ یاب ہوئے۔ دیوان ندیم اور درجہ ہشتم کی ایک ریڈر جو داخل نصاب تھی مرتب کی۔ تاریخ رنتھنبور کا اردو ترجمہ بھی کیا جو موجود نہیں ہے البتہ ان میں ایک مضمون قلعہ پر ہے جو موجود ہے۔ حضرت صولتؔ ٹونکی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ سنگھل صاحب کے والد محترم ہیں۔

۱۴۔ ڈاکٹر منوہر سہائے انورؔ: ٹونک شہر میں آپ کا ننہال تھا۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی، اردو فارسی پڑھی، آگرہ سے ایم.اے.ایل.ایل.بی.اور پی.ایچ.ڈی.کی ڈگری حاصل کی۔ فن عروض میں مہارت حاصل تھی کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔ ولی نے کی کتاب کا ترجمہ مصنوعی سیارے کے نام سے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ ڈاکٹر شیام بہاری سہائے شیامؔ: ٹونک میں پیدا ہوئے اور یہیں اردو فارسی پڑھی منشی فاضل الہ آباد سے کیا۔ طب اور ہومیوپیتھی کے ساتھ دنداں سازی میں ڈاکٹر بنے اور پیشہ بھی یہی دنداں سازی کیا۔ میونسپل بورڈ ٹونک میں کمشنر بھی رہے اولاً حضرت جامؔ ٹونکی سے، بعد میں حضرت صولتؔ ٹونکی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

۱۶۔ سیٹھ اتم چند چندنؔ: ملتان کے زمیندار گھرانے کے فرد تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ٹونک آئے تجارت پیشہ تھے کئی پیٹرول پمپ کے مالک تھے۔ آپ کا مکان چندن بھون ایک عالی شان مکان تھا۔ اس میں شعری نشستیں وغیرہ ہوتی تھیں حضرت صولتؔ ٹونکی اور ہنرؔ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ بہار چندن، سرچشمہ، ہمسفر، اشعار کے مجموعے آپ سے یادگار ہیں۔

۱۷۔ رائے داتا رام: عہد امیر الدولہ کی اہم شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا امیر الدولہ بہادر نے آپ کو ریاست کا وزیر اعظم بنایا تھا۔ ریاست کی ابتدائی تاریخ میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ اصل نام صرف داتا رام تھا نواب امیر الدولہ بہادر نے رائے کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ٹونک شہر میں محلہ امیر گنج کے پاس بڑا تختہ رائے صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ آج بھی یہ تختہ رائے صاحب کے نام سے معروف ہے۔ یہ علاقہ آبادی کے لحاظ سے بہت گنجان علاقہ ہے۔ اس علاقہ میں اکثر کایستھ برہمن اور مہاجنوں کے مکانات ہیں۔ امیر خاں صاحب بہادر قیام ریاست ٹونک سے قبل جب قلعہ بھوپال کے محافظ و نگراں تھے اسی زمانے میں داتا رام بھوپال میں دیوان ریاست تھے امیر خاں صاحب بہادر اور داتا رام جی کا باہمی رشتہ یہیں سے استوار ہوا۔ داتا رام جی نے بھوپال ریاست کی دیوانی کو خیر باد کہا اور نواب امیر خاں صاحب کے ساتھ رہنے لگے۔ نواب امیر الدولہ سے ان کے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ نواب امیر خاں ان سے ریاستی امور میں مشورہ لیتے تھے ریاست کے قانونی صلاح کار اور سفارت کار

بھی تھے۔ ریاستی امور میں نواب صاحب کو رائے صاحب پر مکمل بھروسہ تھا اور وہ ریاست کے قابل ترین اور فہیم وذکی انسان تھے۔ ریاستی عہد میں ان کا اقتدار بلندی پر تھا۔ اس دور میں احکامات و دستاویزات پر دستخط کے بجائے مہور ثبت کی جاتی تھیں نواب امیر خاں کی مہر کے ساتھ داتارام جی کی مہر حکم نامہ اور دستاویز پر قابل تعمیل تصور کی جاتی تھی بعض دستاویزات پر رائے صاحب کی مہر پہلے ثبت ہوتی تھی بعد میں نواب امیر الدولہ صاحب اپنی مہر سے اس حکم نامے اور سند کی توثیق فرماتے تھے۔ رائے داتارام کی رائے کو ریاست میں ترجیح دی جاتی تھی۔ تختہ میں آپ کے مکانات آج بھی موجود ہیں۔ اسی تختہ رائے جی سے رائے داتارام ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ معلیٰ میں پیش کرنے جایا کرتے تھے اور آپ کے آس پاس اور گھر پر ایک درجن سواروں کا پہرا رہتا تھا۔ ریاست کے وجود میں آنے سے قبل آپ ہی نے صلح نامہ کی شرائط بڑی حکمت عملی سے تیار کیں اور آپ ہی کی کوششوں اور جدوجہد سے نواب امیر الدولہ بہادر نے نہ چاہتے ہوئے بھی صلح نامہ پر اپنی رضامندی دی تھی۔ اپنے آخری سانسوں تک ریاستی امور میں اپنی وفاداری نبھاتے رہے۔ رائے داتارام کا نام آج بھی شہر ٹونک میں زندہ وتابندہ ہے۔

۱۸۔ **مسٹر ڈی گروس:** نواب ابراہیم علی خاں کے عہد میں نواب کی سواری کے لئے موٹر کار خریدی گئی تو اس سواری خاص کے ڈرائیور مسٹر ڈی گروس ہی تھے۔ جب ریاست میں مزید موٹر کاریں خریدی گئیں تو آپ کو محکمہ موٹر کار کا ہیڈ میکینک بنادیا گیا خاص خاص موقعوں پر نواب صاحب کی موٹر کار یہی چلاتے تھے ٹونک ہی میں رہے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

۱۹۔ **بابو گمبھیر مل جین:** ریاستی عہد میں نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کے پرائیویٹ سکریٹری تھے ان کا خاندان اولاً جیسلمیر، ثانیاً کوٹہ اور ثالثاً ٹونک آباد ہوا۔ مالپورہ دروازے کے باہر ان کے مکانات تھے۔ آج بھی ان کے خاندان کے افراد اسی جگہ آباد اور رہائش پذیر ہیں۔

۲۰۔ **بابو ونایک راؤ رائے بہادر:** ریاستی عہد میں بزمانہ نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر، دوسرے آئینی دور کے ارا کین میں شامل تھے اور ریاست کے ممبران میں ممبر فنانشل کے عہدے پر مامور کئے گئے تھے۔

۲۱۔ **رائے بہادر بابو دامودر راؤ:** ریاستی عہد میں نواب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کے زمانے میں جب ۱۹۰۳ء ریاست کی کونسل عالیہ کی از سر نو تنظیم کی گئی اس وقت رائے بہادر بابو دامودر راؤ صاحب کو بھی ریاست کے آئینی ارا کین میں شامل کیا گیا اور ریاست کے ممبر فنانشل مقرر کئے گئے۔

۲۲۔ رائے بہادر موتی لال پنجابی: بابو دامودر راؤ کے وظیفہ یاب ہونے پر نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر نے ان کی جگہ رائے بہادر موتی لال پنجابی کو ممبر فنانشل مقرر کیا۔ انہی کے زمانے میں ٹریزری کی عمارت تعمیر ہوئی۔ موتی لال پنجابی کے بعد کپتان ڈیوڈ صاحب کی خدمات ممبر فنانشل کے لئے حاصل کی گئیں۔

۲۳۔ دیوان دھنالال: آپ ریاستی عہد میں نواب محمد سر سعادت علی خاں کے زمانہ میں ریاست کے اول تحصیلدار تھے۔ ٹونک کہنہ میں مانک چوک محلہ میں رہتے تھے۔ ایڈمنسٹریشن بہت اچھا تھا۔ بعد میں ریاست بوندی کے دیوان بنا دئے گئے لیکن وہاں سے واپس ٹونک ریاست میں آگئے اور نواب صاحب سے اپنے تعلقات قائم کئے۔ آپ ہونہار، مدبر، دور بیں، منتظم اور صاحب الرائے انسان تھے۔

۲۴۔ رائے نرائن داس پنجابی: ۱۹۴۰ء میں بعہد نواب سعادت علی خاں صاحب اور بزمانہ ہوم ممبری صاحبزادہ عبدالتواب خاں صاحب ریاست میں آپ کو جوڈیشیل ممبر مقرر کیا گیا تھا۔ آپ صاف گو، خلیق اور بیدار مغز انسان تھے۔

۲۵۔ ڈاکٹر ڈی۔ ایس۔ دیسائی: ڈاکٹر دیسائی کے برادر خرد تھے اور ریاست میں اسسٹنٹ سرجن کے عہدے پر فائز تھے۔ بہت نیک انسان تھے۔ راستہ میں سواری سے اتر کر نسخہ لکھ دیا کرتے تھے۔

۲۶۔ پنڈت گجادھر لال چترویدی: یہ پرگنہ علی گڑھ علاقہ ریاست ٹونک کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر دیسائی اور ان کے برادر خرد ڈاکٹر ڈی۔ ایس۔ دیسائی کے اسسٹنٹ کمپاؤنڈر تھے۔ نواب صاحب کے پرائیویٹ معالج کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ریاست ٹونک میں عوام کی بڑی خدمت کی۔ ہمیشہ اپنے آپ کو خدمتِ خلق میں مصروف رکھتے تھے۔ محلہ مہندی باغ میں بود و باش تھی۔ ان کے خاندان کے افراد آج بھی اسی محلہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ڈاکٹر بینی پرشاد چترویدی آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

۲۷۔ ڈاکٹر بینی پرشاد چترویدی: ڈاکٹر بینی کے نام سے آج بھی مشہور و معروف ہیں۔ نواب سعادت علی خاں نے ریاست کے خرچ پر آپ کو ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کرایا تھا۔ ریاستی عہد میں نوابان ٹونک کے پرائیویٹ معالج رہے۔ سعادت ہسپتال میں سی۔ ایم۔ ایچ۔ او۔ بھی رہے۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہو کر پرائیویٹ پریکٹس کرتے رہے اور اپنے گھر پر ہی کلنک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ریاستی عہد کی شخصیات میں یہ بھی ایک اہم شخصیت ہیں۔

۲۸۔ بابو چاند مل جی: یہ بابو گمبھیر مل کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ جب ان کے والد کی وفات ہوگئی تو عہد ریاست میں بزمانہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب اپنے والد کی جگہ نواب صاحب کے پرائیویٹ سکریٹری مقرر کئے گئے۔

۲۹۔ بابو فتح مل جین: یہ بھی بابو گمبھیر مل جی کے چھوٹے صاحبزادہ تھے اور بابو چاند مل جی کے برادر خرد تھے۔ ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں بہادر اسسٹنٹ فائنس ممبر کے عہدہ پر فائز رہے۔ بعد آزادی ہند کوٹہ میں ٹی.او.کی خدمات انجام دیں۔ بعد میں سبکدوش ہوکر واپس ٹونک تشریف لے آئے۔

۳۰۔ رائے مدن گوپال جی: ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر اسسٹنٹ ممبر مال کے عہدے پر فائز تھے۔ میجر ویب کے زمانے میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ''رائے صاحب'' کا خطاب عطا کیا گیا۔

۳۱۔ رام لال جی: رائے مدن گوپال جی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ریاستی عہد میں بزمانہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر پرگنہ نیماہیڑہ علاقہ ریاست ٹونک کے نائب ناظم مقرر کئے گئے۔

ریاست ٹونک راجپوتانہ کی وہ مسلم واحد ریاست تھی جو ہندو مسلم ایکتا، قومی یک جہتی اور آپسی بھائی چارہ اور تہذیبی اقدار کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔ ریاست کے قیام سے ہی جہاں رائے داتا رام ریاست کے وزیر اعظم بنائے گئے لالہ نرنجن لال نواب کے مشیر خاص تھے، بساون لال شاداں میر منشی نواب امیر الدولہ کی تاریخ لکھتے نظر آتے ہیں تو سیس رام، منشی بھوانی پرشاد بھی ریاست ٹونک کی خدمت میں مستغرق پائے جاتے ہیں۔ ریاست کے سفیر و وکیل بھی غیر مسلم تھے اور آخر میں ۱۹۴۷ء میں ریاست کے اختتام کے وقت ایڈمنسٹریٹر رام بابو سکسینہ بھی غیر مسلم تھے۔ ریاستی عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر غیر مسلم فائز تھے محکمہ مال، محکمہ فنانشل، محکمہ فوج اور محکمہ پولس وغیرہ میں غیر مسلم حضرات موجود تھے۔ جشن میلاد النبی کے موقع پر میلاد شریف میں شیرینی بنوانا اور اس کی تقسیم کرنے کا کام بھی دیگر حضرات کے ساتھ غیر مسلم حضرات بھی کیا کرتے تھے۔ یہ ریاست اپنے قیام سے راجستھان میں شمولیت تک گنگا جمنی تہذیب اور آپسی بھائی چارہ کا مرکز بنی رہی ریاست کے عروج اور ترقی میں ہندو مسلم یک جہت ہوکر ہمیشہ کوشاں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ریاست راجپوتانہ کی تمام ریاستوں میں ہمیشہ عزو وقار کی نظروں سے دیکھی گئی اور اس کی شان و شوکت اور جاہ و حشمت ہمیشہ قائم رہی۔

ریاستی عہد میں ٹونک میں ریلوے کے اجراء کی تجویز

محترمہ ملکہ فردوس زمانی بیگم صاحبہ والدہ محترمہ نواب سعادت علی خاں صاحب بہادر کے دور سعادت میں یہ خواہش تھی کہ ٹونک میں ریل آجائے اور یہاں کے باشندگان اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ چنانچہ اس کام کے لئے ملکہ فردوس زمانی بیگم صاحبہ نے اپنے انتقال سے قبل وصیت فرمائی کہ میری تمام املاک جو اس دور میں تقریباً چار لاکھ روپیہ تھی ریلوے کے اجراء میں صرف کی جائے۔ اس زمانے میں مرزا محمد بیگ صاحب جو ریاست میں توشہ خانے کے افسر اعلیٰ تھے اور نہایت ایماندار انسان تھے دور سعادت میں بیگم صاحبہ کی وصیت کے مطابق ریلوے کے اجراء کی جدو جہد کی گئی اور اس کام کے لئے ایک کمیٹی بنام ''کمیٹی انتظام ریلوے'' بنائی گئی جس میں دو ممبران کونسل، سکریٹری کونسل اور میر منشی صاحب، مرزا محمد بیگ صاحب اور دو ایک اور صاحبان بطور ممبران شامل کئے گئے۔ ریاستی عہد میں ریلوے کے اجراء کے لئے کام جاری رہا۔ اس وقت پوری ریلوے لائن وغیرہ کے خرچ کا تخمینہ تقریباً آٹھ لاکھ روپیہ تھا بیگم صاحبہ کے چار لاکھ روپیہ کے علاوہ ریاست کے خزانے سے چار لاکھ روپیہ خرچ کیا جانا بھی منظور کرلیا گیا تھا۔ (یادگار مسند نشینی ٹونک ۱۹۳۰ء مؤلفہ مولوی دین محمد، ص ۲۶) مندرجہ بالا کمیٹی کا بننا اور ریلوے کا اجراء نواب سعادت علی خاں کے مسند نشین ہوتے ہی شروع کردیا گیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں نقشہ وغیرہ بھی تیار کرلئے گئے تھے اور سروے کا کام بھی مکمل ہوگیا تھا۔ زمانۂ حال کی ہندوستان کی ریلوے منسٹر محترمہ ممتا بنرجی صاحبہ نے ٹونک کو ریلوے لائن سے جوڑنے کے لئے سروے کی منظوری فرمادی ہے۔ ٹونک میں ریلوے لائن سے متعلق یہ نقشہ جناب عبدالرحیم عمرانی صاحب کے پاس آج بھی موجود ہے۔

اس کے پیش نظر قوی امید ہے کہ مستقبل قریب میں محترمہ ملکہ فردوس زمانی بیگم مرحومہ صاحبہ کا ریلوے لائن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے گا لیکن نہ معلوم کیوں آج تک ملکہ فردوس زمانی بیگم کا خواب اور اس کام میں اپنی تمام املاک کی قربانی کی وصیت آج تک شرمندۂ تعبیر اور پوری نہیں ہوسکی۔

☆☆☆

نواب امیر خاں پنڈاری نہیں تھے

ایک اور سب سے اہم بات جن کی وضاحت اس کتاب میں نہایت اہم اور ضروری ہے وہ یہ کہ بانی ریاست ٹونک نواب محمد امیر خاں کو ان کی بہادری دلیری اور جنگی مہمات میں ان کی کامیابی و کامرانی اور جد و جہد آزادی میں ان کی حسن کارکردگی اور انگریزوں سے ان کی مخالفت کی وجہ سے یہ مجاہد آزادی اور نبرد آزما سورما پٹھان ان کے حلیفوں کو ''پنڈاری'' نظر آیا۔ خود مورخین کی تحقیق سے نواب امیر خاں کا پنڈاری ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے مورخین کی کتب کے حوالوں سے امیر خاں کے پنڈاری نہ ہونے کی بابت چند وجوہات یہاں پیش خدمت ہیں۔

اپنی جنگی مہمات میں امیر خاں کبھی کبھی پنڈاریوں کا ساتھ لے لیا کرتے تھے لیکن یہ بات کئی دستاویزات سے ثابت ہے کہ امیر خاں پنڈاری نہیں تھے۔ ملاحظہ ہو:

" Amir Khan in 1809, proceeded at the head of 40,000 horseman (being joined enrute by 25,000 Pindaris) against the Raja of Nagpur."

Sir William Hunter's Gazetteer of India.

آرل آف موئیرا نے نواب امیر الدولہ بہادر کو ان کی عادت و اطوار اور اصولوں کے مدنظر پنڈاری لکھا ہے۔ بعد کے مورخین آرل آف موئیرا کی بات کو مستند تسلیم کرتے ہوئے نواب امیر الدولہ بہادر کو پنڈاری لکھتے چلے گئے اور غلام رسول مہر کے علاوہ کسی مورخ نے بھی نواب امیر خاں کے نام کے ساتھ پنڈاری لکھنے پر اعتراض نہیں کیا جبکہ منشی بساون لال شاداں نے اپنی تصنیف ''امیر نامہ'' میں، ایس۔ کے۔ مہرا نے اپنی تحقیق ''دی لائف اینڈ ٹائم آف امیر خاں'' اور ایچ۔ ٹی۔ پرنسپ نے اپنی کتاب امیر الدولہ محمد امیر خاں کو درج ذیل وجوہات کی بنا پر پنڈاری ہونا تسلیم نہیں کیا ہے۔

☆ امیر خاں کی فوج جو امیر خاں کے ساتھ رہتی تھی اس فوج کی حیثیت مستقل طور پر ملازمت کی تھی۔ ہر فوجی کو فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا اور اس کی ماہانہ تنخواہ مقرر کی جاتی تھی اور وہ نواب امیر خاں کی ملازمت میں رہتا تھا۔ اس کے برعکس پنڈاریوں کی کوئی ماہانہ تنخواہیں مقرر نہ تھیں ان کی گذر بسر صرف غارت گری پر منحصر ہوتی تھی۔

☆ امیر خاں کی فوجیں دوسری ریاستوں پر حملے کر کے چوتھ وصول کرتی تھیں جبکہ پنڈاریوں میں اتنی ہمت اور طاقت نہیں تھی کہ وہ دوسری حکومت پر حملہ کریں ان کا کام تو لوگوں کو لوٹنا، کھسوٹنا اور عوام الناس کو پریشان کرنا تھا۔

☆ جسونت راؤ ہلکر سے امیر خاں کے دوستانہ و برادرانہ تعلقات تھے۔ اس تعلق خاطر کی بنا پر امیر خاں انگریزوں کی نظر میں پنڈاریوں سے الگ نظر آتے ہیں۔ انگریزوں اور امیر خاں کے مابین جو معاہدہ ہوا اس کے تحت امیر خاں کو ریاست ٹونک کا نواب تسلیم کیا گیا جبکہ پنڈاریوں کو کوئی ریاست اور امارت نہیں دی گئی۔

☆ آرل آف موئیر کے علاوہ تمام سرکاری ریکارڈس وغیرہ میں امیر خاں کا ذکر پنڈاریوں سے بالکل مختلف ہے۔

☆ راجستھانی اور مراٹھی قدیم دستاویزات میں امیر خاں کی پہچان ایک پٹھان فوجی کی حیثیت سے کی گئی ہے نہ کہ پنڈاری کی حیثیت سے۔ اس کے برعکس کریم خاں، دوست محمد خاں اور چیتو خاں کے نام پنڈاری سرداروں کے نام سے جانے جاتے تھے۔

☆ ۷ار جولائی ۱۸۱۷ء کو مسٹر میلکم نے گورنر جنرل کو جو لیٹر بھیجا تھا اس خط کے مطابق امیر خاں پنڈاریوں کے زمرے سے بالکل باہر ہو جاتے ہیں۔ میلکم نے لکھا ہے کہ ''غارت گر طاقتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے''

۱۔ سندھیا اور ہلکر

۲۔ امیر خاں

۳۔ پنڈاری

میلکم کے خط کی انگریزی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

" The predatory power may be divided anto three classes,frist Sindhia and Holkar,the second Amir Khan and the last,the Pindaris."

(The life and times of Amir Khan by S.K.Mehra) (1768 to 1834) p. 319

انگریزوں اور امیر خاں کے بیچ ہوئے معاہدے کی دفعہ سوم کے مطابق بھی یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ امیر خاں پنڈاری نہیں تھے۔ معاہدہ اور اس کی دفعہ سوم (باکس میں) ملاحظہ ہو:-

Engagement between The Honorable English East India Company and Nuwab Umeer oodoula Mohummud Umeer Khan, concluded by Mr. Charles Theophilus Metcalfe on the part of the Honorable Company, in virtue of full powers from His Excellency The Most Noble The Marquess of Hastings K.G. Governor General, and by Lalla Nurunjun Lal, on the part of the Nuwab, in virtue of full powers from the said Nuwab

Article 1st

The British Government guarantees to Nuwab Umeer Khan and his Heirs, in perpetuity, the possession of the places which he holds in the Territories of Maharaja Holkur, under grants

اقرارنامه مابین سرکار کمپنی انگریز بهادر و نواب
امیرالدوله محمد امیرخان بهادر در باب ساخته
مستر چارلس تیاپلس مٹکاف بهادر از طرف
سرکار کمپنی انگریز بهادر بموجب اختیار از جناب
نواب معلی القاب مارکوئس آف هستنگس گورنر جنرل بهادر
و لاله نرنجن لعل از طرف نواب موصوف
موافق اختیار داده نواب موصوف

دفعه اول

در باب مقامات متعلقه ملک مهاراجه هولکر بهادر که بموجب
سناد جهت نواب موصوف ... محمد امیرخان بهادر و ورثه ایشان علی الدوام
نسلاً بعد نسل ... از ... موصوف ... ایشان

Grants from the said Maha-
-raja, and the British Govern-
-ment takes those possessions
under its protection -

Article 2nd

Nuwab Umeer Khan will
disband his army, with the
exception of such a portion as
may be requisite for the internal
management of his possessions -

Article 3rd

Nuwab Umeer Khan will
not commit aggressions in
any Country. He will
relinquish his connexion
with the Pindarees and other
Plunderers, and will moreover
co-operate to the utmost of his
power with the British
Government for their chastise-
-ment and suppression -
He will not enter into nego-
-tiations with any person
whatever, without the consent
of the British Government -

خواهد ماند سرکار انگریز کفیل جمیع آن است
وحفاظت آن در سرکار ممدوح فقط

دفعه دوم

نواب محمد امیرخان بهادر فوج خود را سوای
قدری که برای انتظام مکانات ضروریه الصدور
در کار باشد برطرف خواهد نمود فقط

دفعه سیوم

نواب معروف [illegible] در ملک کسی
نخواهد کرد و رابطه را با پنداره ها و دیگر
غارتگران مفسد [illegible] موقوف خواهد نمود
بلکه حسب الوسع در تدارک و تنبیه آنها
بر موافقت سرکار خواهد پرداخت و بجواب
با احدی بغیر از اذن سرکار نخواهد پرداخت فقط

Article 4th

Nuwab Umeer Khan will deliver up to the British Government all his Guns, and Military Equipments, with the exception of such a portion as may be requisite for the internal management of his possessions, and the defence of his Forts, and shall receive in exchange an equitable pecuniary compensation.

Article 5th

The force which Nuwab Umeer Khan may retain shall attend at the requisition of the British Government.

Article 6th

This Engagement of six Articles having been concluded at Dihlee, and signed and sealed by Mr. Charles Theophilus Metcalfe and Lalla Nurunjun Lal, the Ratifications

دفعه چهارم

نواب ممدوح جمیع توپخانه و اسباب جنگی

خود را بغیر از آنقدری که برای نظم تعلقات و حفظ

قلعجات متعلقه خود درکار باشد بسرکار کمپنی انگریز بهادر

خواهند رسانید و بعوض آن از سرکار

زر نقد بقدر واجب بجواب قیمت [illegible]

دفعه پنجم

جمعیت که پیش نواب ممدوح خواهد ماند

حسب الطلب سرکار کمپنی انگریز بهادر حاضر خواهد بود

دفعه ششم

و اقرارنامه که مشتمل بر شش دفعه بمقام دهلی در حضور مستر چارلس

تهیوفلس مٹکاف بهادر و لاله نرنجن لعل بعد مهر و دستخط

[illegible]

Ratifications of the same, by His Excellency The Most Noble The Governor General and Nuwab Umeer Khan, shall be delivered at Dihlee within one Month from the present date – November 9th 1817 –

دو دستخط جناب معلی القاب نواب
گورنر جنرل بهادر و نواب محمد امیرخان بهادر
تکمیل عهدنامه در عرصه یکماه در جهان آباد خواهد رسید
رقوم تاریخ نهم ماه نومبر سنه ۱۸۱۷ عیسوی

C. T. Metcalfe العبد

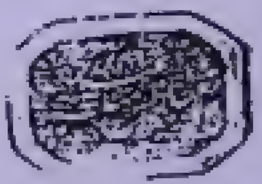

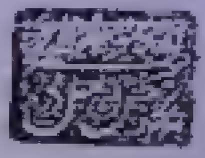

Hastings

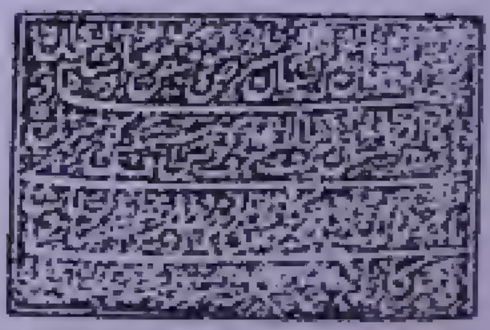

Ratified by His Excellency The Governor General in Camp at Sulyah This Fifteenth Day of November One Thousand Eight Hundred and Seventeen

J. Adam
Secy to the Govr Genl

سبحان الله این در ورق از نظم و نثر که نگاشته کلک بر نشان نگار اسدالله نام سیاه است بفرمان خان والا شان رافت والفت نشان طالع یاران
تحفهٔ بزم ارم رشک نواب همایون القاب انجم حشم سپهر بارگاه است بخشنده شت آن که چون بندگان شاه نشان نواب قدسی خطاب بمشاهدهٔ
این گفتار بر نشان گرایند هم سخن را فروغ قبول دهم سخنور را اندازهٔ ارزش افزایند والسلام والاکرام

[illegible]

سخن در ظهور نور و نموداری صبح و آغاز روز

هو الله

دمی که سر رشتهٔ سیاه سنگاه روزگار به باز خواست خاتم سلیمانی گلوی اهرمن شب
درهم افشرد و آن رشتهٔ گوهر پیوندان لولوی درخشنده که نه بنداری
آفتاب است از دامنش جدا آورد گلزار زندگی را که به شکنجهٔ خزان خواب
برگ و بار فرو ریخته بود هنگام گشایش نوبهار فراز آمد و فتح و شیشه
میخانه را آب رفته بجوی و خمارآلودگان شبانه را رنگ پریده به روی
باز آمد تو بر تو پرده های ظلمت که بر روی آفاق فرو هشته بود از میان
برداشتند و شادروانی از نور جان در دراز چهار سوی گیتی را فرو گرد
در جهان برافراشتند سه سوزنور رقیبانه بر کنار بساط شب از نهیب
غریبانه در نوشت گلیم خسرو زرین افسر فرودین اورنگ چون
خواست لوای جهانستانی بستیز سپهر کشور برافرازد نخست سنگ زبان
بجنبش درآمد پس آنگاه راه به تاراج گنج گوهر پروین صلا زد بجز نگری او با ش
گرسنه چشم لوامع سحری آتش فتنه در انشان در گرفت کالای نارواشان بکاخ
سنبل نیز در آن دستبرد به یغما رفت بسپاس فیروزی و شکرانهٔ بهروزی
همستان نور را درگشادند و ذره ذره را به اندازهٔ گنجایی وقت ازان بادهٔ
روشن در دادند خاک زیرپرورنده که آبروی صبح آشنایی و طالع روشناسی
شهر یاریش نجد هم بدان در دسایه که بحسب تقسیم در آن صلای عام بوی رسید
بستی آغاز نمود سایه با انجمن در آویخت از روشنی دور شد هم از نهیب
شوکت جهانگیر حضرت نور بخشید حقا که اگر اینجا به تیرگی باقی بنگذاشتند
پروانهٔ معزولی ظلمت شب بکدام مدادی نگاشتند سه بامدادان پرشرر بر
نقد جان بر خاستند دره مهر دهشت دزد از میان برخاست از سر کوچه پاسبان
برخاست سنگی زور تافت از دزدها رفت پیوند بالش از سرها گرد از رها
کاروانها جست گونه گون مرغ از آشیانها جست درنها نخانهای سوزدگداز
دل زا تدره رست و شمع از گداز مهر آن مایهٔ فروغ و فراغ خون بهاست

زی داور روزی ده آورده‌ام درای دل در آن راه آواز درای در داد داور دوران و رای آرای راز آوران سه روزی ده آدم دد و دام درد دل زار را دل آرام در روز ازل آدم را دل داد و روان داد و ادراک را در روزن دل رو داد آدم زاد از رای رز آذر در دل زد و دل را دو داغ آرزو داد آب رز دُرد درد آورد و آز زر روی زرد آن داد از دل دروده و آن ادراک از روان زدوده نه ورز در درون دل اره و دل از آن اره ذره ذره آز در دل آب در دوغ و آرام دل در آلو و آرزو در دوغ ه دل داده آز و آرزو از درد اژدر رود در وا آزاده رو را از ذوق آزادی در دام در روی دل وا دام و درم داری درد دل و دل از درد دوری دام و درم در آزار از زرداری و روی در راه آری از درد گزدوره زن در آزاری سه دوزخ آن از دود و داغ آوازه آتش ارزد آز و آرزو دروازه آتش راه رود دل آز زاغ و ذوق زاغ راه رو آزرده از آواز زاغ ده ده ای آدم زاد [illegible]
روان را از زاری دل آزردن داور را ارزق دان و داغ آز از دل زدای و دل را از زاری دور دار ۵

سخن در فرو رفتن روز و هجوم تاریکی شب

هنگامی که روشنی روز که چراغ جهانی زنده به او است از هنگامه رو برتافت و تاریکی شب نمودار انجم رخشنده به او بر آفاق دست یافت آفتاب جهانتاب روزگار یکه تازی سر آمد و خیل خیل خفاش از هر گوشه و کنار پرواز اندر آمد شب باز سپهر پس از آن که در آن سیاهی پرده بر افراخت بازیچه چند از پس آن پرده نمودار ساخت سه شام آمد و رفت سر بپا بوس خیال بر تخت شهی نشست کاوش خیال از گردش گونه‌گونه اشکال انجم گردید دماغ دهر فانوس خیال بدل گشتن خرام تندرو و سایه سرد بال افشانی پروانه پر سوخته و پرتو شمع افروخته بینوا ماندن شناسان باغ در آشیانه و بچراغ رسیدن گمنامی چند از دودمان پروانه سر انداختن خسرو روز در ستیزه و خنده دندان نمای زنگی شب بهرب آویزه چهره دستی سیاه زنگبار بر لشکر روم و جوستی بلبل مشاهده فوغان نوم همیشه شاه در خفتن به بخت گردان گرفتار دهم طرح دزدی در سیاهی بطالع شاهان کامگار از پس پرده سر بر آوردگان دوشیزگان شوی نادیده آسمانی در فرو خفتن کشاده رویان بر سو شیره چین بالکدام بدر جستن ماهی در خرچنگ و بره و گاو از هر کرانه و دم لابه کنان خرامیدن شیر اندر آن میانه شکسته شدن طلسم روز بر هجای لوح ماه و رخ نمودن صد هزار پرداز یک پرند سیاه بدان بو العجبی با روزگار در میان نهاد که چرخ پیر از کهکشان انگشت حیرت به دهان نهاد سه شام گو جادو مشکین لباس هم به اثر هم هنر رو شناس تازگی کسوت عباسیان تیرگی خاطر شماسیان غالیه سای نفس مقبلان پرده کشای هوس بیدلان همسبق پرده کشایان راز همنفس پرده نشینان ناز نکته ور از دم جانفزا راه پرواز در دم رحمت گشای رهبر دزدان به نهانخانه‌ها قاسم مهتاب بویرانه‌ها سر نه آواز خرابانیان شهپر پرواز مناجاتیان رام کن شوخ عروسان شوی غازه نه شمع شبستان بر روی بر بط آوازه شبگیرها در شیشه شهبازه زنجیرها تخته گی آیینه را با نازم که اگر چه تیره و ظلمانیست لیکن جمعیت به روزگارش بدان فراوانیست که هر چند دیده در آن چستجو شتافتند مگر طره مهوشان و خواب مشتاقان که آن بر بالین پریشانیست و این به بستر هیچ جا از پراگندگی نشان نیافتند سه شب جیب سویدای دل اهل کمال سرمایه ده حسن بر زلف و خط و خال معراج نبی از شب از آن بود در نیست و قت شایسته تر از شب بهر وصال ۵۵۵

درز بزرگان جهان نام او / بیزارن هم دارو اوست
نیکی کرد و بزرگی بود / نیکی که با من چنین بود
وزیر دار و بزرگی نیام / گرانمایه ای ف
بزرگ و ستی بود دل / رای فرخ اختر همایون درز
وزیری به نور الله جناب / با نیکی ابر و آرزو کار
زمال خرد بر درد از جام او / در آن روزگار بود نام او
نظامی نگر تا چه خوش گفته است / چگونه سخن خود گهر سفته است
وزیری چنین شهریاری چنان / جهان از چنین نگیرد قرار جهان

Acc. No. 5589

فہرست کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مرتب/مترجم/مصنف	زبان
۱۔	امیر نامہ	منشی بساون لال شاداںؔ	فارسی
۲۔	ظفر نامۂ امیر	پائندہ خان نکہتؔ	فارسی
۳۔	ہفتدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر	۔	فارسی
۴۔	تواریخ ولادت و وفات خاندان امیریہ	۔	عربی/ فارسی/ اردو
۵۔	گلزار ابراہیم	پنڈت رام کرن جوشی	اردو
۶۔	وقائع راجپوتانہ	منشی جوالہ سہائے	اردو
۷۔	وقائع راجستھان	مولوی نجم الغنی	اردو
۸۔	افتخار التواریخ	منشی دیبی پرشاد	اردو
۹۔	حدیقۂ راجستان (تاریخ ٹونک)	سید اصغر علی آبروؔ	اردو
۱۰۔	تاریخ ٹونک	محمد اعجاز خاں	اردو
۱۱۔	انوار علم و عرفان	حکیم مولوی سید محمد احمد	اردو
۱۲۔	تذکرہ علمائے ٹونک	مولانا حکیم محمد عمران خاں	اردو
۱۳۔	تاریخ ریاست ٹونک	ہنومان پرساد سنگھل	اردو
۱۴۔	ایضاً	ایضاً	ہندی
۱۵۔	راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لئے غیر مسلم حضرات کی خدمات	ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی	اردو
۱۶۔	قصر علم	صاحبزادہ شوکت علی خاں	اردو

۱۷۔	تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے)	فیصل احمد بھٹکلی	اردو
۱۸۔	سیرت سید احمد شہیدؒ	مولانا ابوالحسن علی ندوی	اردو
۱۹۔	نواب امیر خاں کے حالاتِ زندگی اوران کا دور۔	صاحبزادہ ثروت علی خاں (مترجم)	اردو
۲۰۔	امیر نامہ	ہنومان پرشاد سنگھل/ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں	اردو
۲۱۔	ٹونک کے جشن میلادالنبی کی ایک جھلک	سید منظور الحسن برکاتی	اردو
۲۲۔	یادگار مسند نشینی ٹونک	مولوی دین محمد	اردو
۲۳۔	آثارِ مالوہ	سید احمد مرتضٰی نظرؔ	اردو
۲۴۔	اینول رپورٹ آف دی ایڈمنسٹریشن آف دی ٹونک اسٹیٹ (۱۹۰۴ء سے ۱۹۴۱ء)	۔	انگریزی
۲۵۔	گزٹیر ریاست ٹونک		اردو
۲۶۔	غالب نما (۱۹۷۰ء)		اردو
۲۷۔	قصیدۂ غالبؔ		فارسی
۲۸۔	لائف اینڈ ٹائمس آف نواب امیر خاں	ڈاکٹر ایس۔کے۔ مہرا	انگریزی

☆☆☆

THE RULERS
OF
ERSTWHILE PRINCELY STATE
OF
TONK

CIVILIZATION & CULTURE
VOLUME-II

EDITED BY
SAHIBZADAH ABDUL MOID KHAN
DIRECTOR

MAULANA ABUL KALAM AZAD
ARABIC PERSIAN RESEARCH INSTITUTE
RAJASTHAN, TONK
2010

THE RULERS OF ERSTWHILE PRINCELY STATE OF TONK
CIVILIZATION & CULTURE
VOLUME - II

Edited by Sahibzadah Abdul Moid Khan
Director M.A.A.P.R.I.Tonk